ناول

بدر النسا

اور

اُسکی مصیبت

مصنفہ

جناب مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی مصنف

ملک العزیز ورجنا۔ منصور موہنا۔ حسن انجلنا۔ درگیش نندنی وغیرہ وغیرہ

حسب فرمائش

بابو ہری چرنداس صاحب بھارگو

منیجر بھارگو اسکول بکڈپو امین آباد پارک نمبر ۱۵ و ۱۶۔ لکھنؤ

باہتمام محمد اسمعیل صدیقی

ادبی پریس لکھنؤ میں چھپا

سنہ ۱۹۳۵ع

۷ جزو
۲ ورق

ناول

بدرُالنساء کی مصیبت

اکبری بیگم جیسی طبیعت کی ضدن تھین ویسی ہی چڑچڑی بھی واقع ہوئی تھین۔ قاعدہ تھا کہ جہان کسی بات کو ایک دفعہ کہا۔ رٹ لگ جاتی اور ہزار سمجھاؤ ایک نہین مانتی۔ گھر سے خوشحال تھین نوکر چاکر روپیہ پیسہ خدا نے سب ہی کچھ دیا تھا مگر مزاج کے ہاتھون سب لوگ حیران تھے

خدمتگار تو دروازے کے باہر رہتے اور خوش تھے اسلئے کہ ان کا سابقہ میان سے تھا جو اتنے ہی خوش مزاج اور رحمدل تھے جتنی بی بی بدمزاج اور سخت واقع ہوئی تھین شامت تھی تو ماماؤن کی جنکے سر روز مصیبت رہتی۔ اور کبھی اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہ ہوتا تھا اور رہنا کا سمان۔ اسلئے بیچاریون سے نوکری چھوڑتے بھی نہ بن پڑتی۔

اس بدمزاج کے خوف سے اکبری بیگم کے میان شوکت حسین بھی ذرا سوچ سمجھکے گھر مین قدم رکھتے تھے اور ہمیشہ دور ہی دور رہتے۔ آٹھ برس کے بچہ عسکری کا یہ حال تھا کہ اگرچہ اکلوتہ بیٹا تھا۔ مگر ماں کے ...... ڈر سے ہمیشہ باہر رہتا اور گھر مین آتا بھی تو ڈرتا ڈرتا اور سہما ہوا عسکری بہت پیارا بچہ تھا اور اب پڑھنے لکھنے مین

بھی جی لگانے لگا تھا۔ بہرحال کبری بیگم اکثر یکہ و تنہائی رہتی تھین۔ برسات کا زمانہ تھا پانی کا ایک ڈونگرا برس کے نکل گیا تھا۔ ابر کے ٹکڑے ہوا کے فراٹون کے ساتھ مغرب کیطرف بڑی تیزی سے اوڑتے چلے جاتے تھے۔ آفتاب کھلتا تھا اور چھپ جاتا تھا دھوپ نکلتی اور غائب ہو جاتی تھی۔ کبری بیگم اپنے بلند اور صاف دالان مین ایک چھوٹی پلنگڑی پر بیٹھی ڈلیان کتر رہی تھین اور کچھ آپ ہی آپ بڑبڑاتی تھین کہ اتنے مین شوکت حسین اندر آکے سیدھے باورچیخانہ مین چلے گئے اور ماما سے کچھ کہہ کے پھر دالان کیطرف جاتے تھے کہ کبری بیگم نے ٹوک کے کہا۔ تو اب وہ کونسی ساعت آئیگی جب لکھا جائیگا

شوکت حسین۔ تمھارے بھائی کو؟ کب کا لکھکے بھیج چکا۔ آج کون دن ہو

عباسی (باورچیخانہ سے) اے میان آج تو اتوار ہے۔

شوکت حسین۔ اتوار! اس ہفتہ کو مینے لکھا تھا۔ آج کون دن ہے اجکل مین جواب آتا ہوگا

کبری بیگم۔ اے ہٹو بھی۔ تم ایسے ہی تو ہو کہ میرے کہنے سے لکھکے بھیجدیا ہوگا

شوکت حسین۔ (مسکراکے) سچ کہتا ہون۔ مین نے جب ہی بھیجدیا۔

کبری بیگم۔ (بگڑکر) بھئی میری بات پر ہنسا نہ کرو مین تو نگوڑی جو بات کہتی ہون الٹی ہو جاتی ہے۔

شوکت حسین۔ اب تمھین یقین ہی نہ آئے تو کیا کرون

کبری بیگم۔ وہ تو ہر طرح مین ہی بری ہون

شوکت حسین۔ اب یہان کوئی بر سے بھلے کا تو ذکر نہین ہان اتنا ضرور کہونگا کہ تم نہ الٹی سمجھتی ہو اور نہ سیدھی۔ کوئی تمھین سمجھائے تو کیونکر

کبریٰ بیگم۔ (بل کھاکر) ہاں وہ آئین بیوقوف ہم ہین کسی کی بات تک نہین سمجھ سکتی تو گو پھر مجھسے کیون بولتے ہو۔ بھلی ہون یا بری ہون جیسی ہون اکیلا پڑا رہنے دو۔ اللہ رے یہ غضب خدا نہین دیکھا کہ سر چڑھ چڑھ کے آئین اور بیوقوف بنائین۔

بی بی کی یہ بدمزاجی دیکھ کر شوکت حسین نے ایک لاپروائی سے کہا اور باہر چلے گئے

کبریٰ بیگم اس لاپروائی پر اور برہم ہوئی۔ میان پر تو کچھ زور نہ چلا غریب ماما پر برس پڑین چلا کے کہا کہ اے عباسی! یہ کیا تھا؟ یہ تیرے پاس آئے کیون تھے اور مجھے ہنس کے کیا کہا؟ عباسی جوان عورت تھی چہرہ پر جوانی کا نمک ابھی برقرار تھا وہ نوکری نہ کرتی مگر میان کی تنخواہ کے چھ روپیون مین اس جھگڑے سے مین پڑی نہ پڑتی۔ مجبوراً گھر چھوڑ کر نوکری کو نکلنا پڑا لیکن اپنے میان کی صورت کی عاشق تھی اور وہ بھی۔ روز شام کو آکر دو باتین کر جاتا۔ کبریٰ بیگم نے جو ایسا تہمت بھرا لفظ منھ سے نکالا تو عباسی کے دل پر تیر لگا۔ مگر نوکری کا واسطہ تھا خاموش ہو رہی اور کہا بی بی مجھسے قسم لے لیجیے جو میان نے میری طرف نگاہ بھر کے دیکھا بھی ہو بیگم کوئی غریب محتاج آیا ہے میان بس اتنا ہی کہنے آئے تھے کہ اسے کھانا دلوا دو۔

کبریٰ بیگم۔ ہان ہان ٹالدے

عباسی۔ بیوی جناب! میری قسم جو مین ٹالتی ہون۔

کبریٰ بیگم۔ (چلا کے اور غصہ سے) ایک تو قطامہ باتین بناتی ہے اور جھوٹی قسمین کھاتی ہے عباسی نے زار و قطار رونا شروع کر دیا اور کہنے لگی بیوی آپ کا نمک کھاتی ہون اتنی تو مجال نہین کہ کچھ کہہ سکون مگر آجتک میری عزت و آبرو پر کسی نے حرف نہین لگایا۔ آپکے تصدق مین پیٹ بھر کے کھا لیتی ہون یہ بھی سہی مجھے بے آبرو

رکے ذبکالئے۔

برے بیگم۔ یہ اس سے کہہ کہ جسنے تجھے نوکر رکھا ہو مجھسے کیا واسطہ انہون

سلئے تو لاکر گھر مین بٹھایا ہے کہ تجھسے ہنس بولکے مجھے کڑہا ئین اے وہ کلمونہا

میری قسمت ہی مین لکھا ہے۔

عباسی۔ (حیرت سے) حضور یہ آپ کیسی باتین کرتی ہین میرے میانکے کانونتک

بھنک پڑجاے تو وہ میرا سرہی منڈوا ڈالین جھکیلے بیوی دراز زبان رکے رکھئے

بری بیگم۔ اے تم خیر سے اتنی ہوئین کہ مجھسے زبان روکنے کی فرمائش ہوتی

ہے؟ کیون نہین اے ابھی کیا ہے؟ جبتک کو اپنی نہ بنا لینگی چین تھوڑے ہی

لیگا؟ اتنے مین شوکت حسین کچھ ہاتھون مین لئے ہوے بھراندر آے اور

وی کے سامنے خط ڈال کے بولے لو تمہارے بھائی کے پاس سے جواب

ی آگیا۔ بری بیگم نے دونون خط اٹھاکے دور پھینک دیئے اور بولین جب گھر

ن آتے ہین نگوڑا ایک نیا فقرہ لیکر آتے ہین میان نے حیرت سے بیوی کی

مورت دیکھی اور کچھ کہنے کو تھے کہ عباسی آکے روتی ہوئی قدمون پر گر پڑی اور کہا

س رسوائی سے تو اچھا ہے کہ مجھے آزاد کر دیجئے میان مین غریب ہون

متاج ہون سب طرح سے ذلیل ہون مگر آجتک کسیکی نظر مین بے آبرو نہین ہوئی

شوکت حسین (اور زیادہ متحیر ہوکے) تو تمھین کون بے آبرو کہتا ہے۔

عباسی۔ اب بھلا مین کسکا نام لون؟ مگر میان آپ مجھسے بات نہ کیا

کیجیے۔ آپ تو ہر طرح اچھے رہینگے مگر مین گھر بار سے گئی گذری ہونگی۔

بری بیگم۔ اے تو نام کیون نہین لیتی کچھ مین ڈرتی ہون۔ ہان ہان مین کہتی

ہون؟ تم جوان ماما سے ہنسی دل لگی کروگے اور مین نہ کہونگی؟ شوکت حسین کو یہ باتین سنکے پہلے تو غصہ آیا مگر اسکے ساتھ ہی بی بی کی بدمزاجی کا خیال کرکے ہنس پڑے اور منھ پر رومال رکھ لیا۔

کبرا بیگم۔ ہان ہان کڑھاؤ ہنسیں ہنس کے جلاؤ اسکے سوا تم سے امید ہی کیا ہے

شوکت حسین۔ خیر اور باتین تو ہوتی ہی رہینگی تم نے اپنے بھائی کا خط کیون پھینک دیا۔

کبرا بیگم۔ اے تمہاری باتون کا یقین کس نگوڑی ماری کو ہے یہ بھی ایک فقرہ ہے

شوکت حسین۔ فقرہ تو جب ہوتا کہ جب مین فقط زبان سے کہتا یہان تو خود دیکھا خط موجود ہے۔

کبرا بیگم۔ اب یہ کیسے خبر کرسکا ہے۔ کچھ مین پڑھی تھوڑی ہون کہ پہچان لون تمہارے پاس روزہی خط آیا کرتے ہین۔ عباسی کی سی کوئی اور ہونگی شاید انھون نے لکھ بھیجا ہو۔ یہ جملہ سنتے ہی عباسی تو اپنا سر پیٹنے لگی اور شوکت حسین نے کہا بیگم! یہ اپنی ماما سے آپ کو جھڑکنا اور بات بات پر بدگمان ہونا نہین اچھا۔

سنو تمہارے بھائی کا خط آیا ہے کہ وہ تم سے ملنے کو آجکل ہی مین یہان آنا چاہتے ہین اور خط لکھنے کے تیسرے دن انھون نے تار دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ حیدرآباد سے چل چکے اور کل دوپہر کو یہان لکھنؤ کے اسٹیشن پر آپہونچینگے۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہدیا اب تمھین اختیار ہے چاہو یقین مانو یا نہ مانو اسکے بعد بی بی کی نظر بچا کر عباسی سے اشارہ کیا کہ تم خاموش رہو

مین سمجھا دونگا۔

کبرے بیگم۔ مجھے تو جب یقین آے کہ وہ اصل خیر سے یہان آکے پہونچ جائین

شوکت حسین۔ کل یہبی ہو جائیگا۔

کبرے بیگم۔ مگر سنو ابھی سے کہ رکھتی ہون کہ مین اپنے بھائی کیساتھ حیدرآباد جاؤن اگی

شوکت حسین۔ وہان جاکے کیا کروگی

کبرے بیگم۔ جو جی مین آئیگا کرون گی۔ یہ یہان کی روز روز کی کونت تو مجھسے نہ اٹھائی جاے گی

شوکت حسین تمھین اختیار ہے جہان چاہو رہو۔

کبرے بیگم۔ اے ہان دوبھر تو مین ہون۔ مین یہان ہونگی تو عباسی سے دل لگیان کیونکر ہون گی۔

شوکت حسین۔ نے کہا معاذ اللہ کوئی انتہا ہے اور بیوی کو بکتا چھوڑکر باہر چلےگئے۔ دوسرے دن کبرے بیگم کے بھائی اکبر علی آگئے جنسے ملکر بہن بہت خوش ہوئین اور ایک دو دن کیلئے گھر مین ذرا ہنسی خوشی کی باتین رہین اکبر علی لکھنؤ کے ایک شریف شخص تھے گیارہ برس ہوے کہ انکے والد نے محتاجی مین ایڑیان رگڑ رگڑکر جان دی تھی ان دونون بہن بھائیون کو نہایت ہی افلاس کی حالت مین چھوڑا تھا خوش نصیبی سے بہن کا شوکت حسین کیساتھ نکاح ہوگیا جنسے دور کی قرابت تھی اور خوشحال تھے مگر جنکی شادی باپ کی زندگی ہی مین ہوچکی تھی۔ کچھ دن وطن مین تلاش معاش کرتے رہے جب کچھ کام نہ چلا تو بی بی کو ساتھ

ریب الوطنی اختیار کی اور حیدر آباد مین روانہ ہوے وہان بھی کچھ دنون
کری دھونڈ ہی مگر بے سود آخر مجبور ہو کر قانونی پیشہ اختیار کیا اول درجہ کی
ابت مین پاس ہو گئے اس پیشہ میں بھی کچھ کام چل نکلا! در ایسی حیثیت ہو گئی کہ
معمولی شریف آدمی کیطرح بسر کر لیتے تھے خلاصہ یہ کہ بڑے بیگم کو نکاح
دن سے کبھی میکے کا مزہ نصیب نہین ہوا تھا جسکا صدمہ رہتا تھا اور
سے سنا کہ بھائی اب اچھی طرح ہین یکا یک میکے والے ہونے کا دعوی پیدا
گیا۔ اور بات بات پر میان کو بھائی کے پاس چلے جانے کی دھمکی دیا
تی تہین بعض لوگون کا خیال تھا کہ بھائی کی مصیبت کٹ جانیکا حال سنکر
ن کا سر پھر گیا تھا۔
مگر خیر چاہے جو کہئے انکی محبت یا انکے جنون نے بھائیو کو لکھنؤ کھینچ
یا۔ اکبر علی کو زیادہ ٹھرنیکی فرصت نہ تھی۔ ایک تو بی بی کو وہ حیدر آباد مین چھوڑ
ے تھے دوسرے ان دنون مقدمات کا زیادہ ہجوم تھا اور زبردستی موکلونکو
م دلاسا دیکر صرف پندرہ روز کا زمانہ اس سفر کیلئے نکال لیا تھا۔
اسمین بھی چند روز آنے جانیکے کل نو دن ٹھہرنیکی گنجائش تھی پہلے
بہن نے زیادہ ٹھہرنے پر اصرار کیا اور جب اکبر علی نے کسی طرح نہ مانا
خود ساتھ جانے اور بھاوج سے مل آنے پر آمادہ ہو گئین۔
شوکت حسین کے نزدیک یہ کسیطرح مناسب نہ تھا مگر بی بی ایسی
مزاج و دماغ کی پائی تھین کہ زیادہ انکار کی بھی جرات نہ ہوئی اور آخر
ب اکبر علی نے بہن کو ساتھ لیجانے اور چھ مہینے بعد خود پہنچا جانیکا وعدہ

کیا تو طوعاً و کرہاً راضی ہو گئے بیٹے کے حیدرآباد بھیجنے کو وہ کسیطرح منظور نہ کرتے
مگر بی بی آخر اپنی ضد مین کامیاب ہوئین اور اگرچہ عسکری خود نہین جانا چاہتا تھا
مگر اس غریب کی کون سنتا تھا آخر آنے کے نوین دن اکبر علی اپنے بہنوئی سے
رخصت ہو کر ریل گاڑی مین بیٹھے اور ٹرین روانہ ہوئی تیسرے دن شام
کو کبرے بیگم حیدرآباد کے اسٹیشن پر ریل سے اتر کے فٹن مین بیٹھین اور کہار شور کرتے
آ ہو ر نا گوا ہنگتے ہوئے اکبر علی خان کوپل درجۂ اول کے دروازے پر
آ پہونچے کبریٰ بیگم نے اترتے ہی بھاوج سے ملکے دو آنسو بہائے اور بیٹھ کے باتین
کرنے لگین اکبر علی کی بی بی بلقیس بیگم نے کہا بہن تم اب لیٹ کے سو رہو تین دن کی
تھکی ہو سارا بدن پھوڑا ہو گیا ہو گا۔
کبرے بیگم۔ خیر اور تو کسی بات کی شکایت نہین۔ مگر ریل کی آواز نے تو
کان کے پردے اوڑا دئیے کہ خدا کی پناہ اور بہن رہے سہے کان ان
موئے کہارون نے اڑا دیئے۔ موئی کا لوٹن سنے ہوا ہوا با ہوا کا
وہ شور مچایا کہ خدا کی پناہ
بلقیس۔ ہان بہن یہان کہارون کا یہی قاعدہ ہے
کبرے بیگم۔ اسے دور کرو اس نگوڑے قاعدہ کو جس سے دماغ
الٹ جائے۔ انھین چند باتون کے بعد کھانا کھا کے کبرے بیگم
سو رہین اور انکے بعد ہی سارا گھر سو گیا اسلئے کہ اکبر علے اور عسکری بھی
تھکے ماندے سے تھے۔ کبرے بیگم کی وہ ضد اور وہ انکا چڑچڑا پن یہان آکے
جیسے بالکل جاتا رہا۔ دن بھر بھاوج سے بیٹھی ہنسا بولا کرتین اور اس

بدمزاجی کا جیسے نام بھی نہین باقی رہا اور کوئی تعجب نہین کہ وہ ساری بدمزاجی
صرف اسی وجہہ سے ہو کہ لکھنؤ مین سوا سسرال والون کے کوئی اپنا نہ تھا
تھا جس کے صدمے نے دماغ ماؤف کر دیا تھا۔ بہرحال اب وہ
اچھی ہین اور خوش مزاج ایک دن تیسرے پہر کو کبرے بیگم کے آگے پاندان
کھلا رکھا تھا۔ اور چھالیہ کترہی تھین اور بدرالنساء جو بدرو بدرو کھلاتی تھی او
ابھی پانچ برس کی بچی تھی سامنے انگنائی مین عسکری کیساتھ کھیل رہی تھی۔ اتنے مین
کبرے بیگم نے پان کی گلوری منھ مین رکھکر کہا جب سے یہان آئی پان کا مزا
بالکل جاتا رہا۔ دن بھر گھاس سی چباتی ہون اور کسی طرح منھ کو نہین لگ
بلقیس بیگم (اسیطرح ڈکری پر نظر جمائے ہوئے) ہان یہان کے پان سخت
ہوتے ہین تمکو دہانکے کپوری پانون کا مزا ہے
کبرے بیگم۔ اے نہین مین تو کہتی ہون کپوری بھی ان سے اچھے ہو
بلقیس۔ جن لوگون کو ان پانونکی عادت پڑجاتی ہے ان کو وہان
پانون مین مزا نہین آتا۔
کبرے بیگم۔ (انگنائی کیطرف دیکھ کے) اے بیٹا بدرو یہان اندر آ
کھیلو اور عسکری تم بھی اندر آؤ دھوپ مین ہلکان ہونے سے فائدہ کیا (بلقیس
بیگم سے) بہن بدرو کو دھوپ مین نہ کھیلنے دیا کرو پھول سی لڑکی دھوپ
مین کالی ہوئی جاتی ہے۔
بلقیس بیگم (کترنے کیلئے قینچی ہاتھہ مین لیکر) مین تو رات دن پیچھے
رہتی ہون مگر وہ کب سنتی ہے اے بیٹا بدرو (چمکار کے) اندر چلی آ

دیکھو تمہاری پھوپی جان کہتی ہین اور تم سنتی نہین۔
بدرو چلاکے امی جان آئی ذری اپنی گڑیا کے کپڑے دھولون
بلقیس بیگم۔ اکبرے بیگم بہن دن بھر پانی مین بھگتی ہے اور ہزار کہو ایک نہین سنتی (چلاکے) اے تو کل صبح کو دھولینا۔ اسوقت چلی آو
بدرو۔ واہ! اسکے بچے نے پیخانہ بھر دیا ہے پوتڑے نہ دھوؤن اسپر بلقیس
اکبرے بیگم دونون کو بے تحاشا ہنسی آگئی۔ اور اکبرے بیگم نے کہا بہن تم اسے بدر
کیون کہتی ہو بندریا کہا کرو۔ پوری بندریا ہے ہان بہن بتاؤ کہین سے
بدرا کیلئے بات چیت بھی ہوئی یا نہین۔
بلقیس بیگم اے ابھی تو نہین مگر ان کے ابا کا ارادہ ہے کہ کہین بیاہ
کر دین
اکبرے بیگم۔ نہین اے توبہ کرو بہن غیرون مین شادی بیاہ کر کے
کہین بھی پوری اتری ہے
بلقیس بیگم۔ ہان مین تو ایسا ہی سمجھتی ہون۔ مگر تمہارے بھائی سے
کہون گی

. . . شاید تمہارا کہنا مان لین مگر میری تو وہ کبھی سنتے نہین۔
دن بہت ہی کم رہگیا تھا نذر بھاو جین ابھی باتون ہی مین تھین کہ خود اکبر علی آگئے
اور بی بی سے چاء مانگتے ہوے گھر مین گھسے۔
بلقیس بیگم۔ اوئی غضب (منہ سے) بہن تمہاری باتون مین مجھے ان کی چاء کا
خیال بھی نہین رہا اور یہ کہہ کے باورچیخانہ کی طرف لپکین کہ جھٹ پٹ چاء تیار

کرین۔ اکبر علی باہر سے آکے بہن کے پاس بیٹھ گئے اور مزاج پرسی کے بعد پوچھا کہو یہان گھبرائین تو نہین

اکبری بیگم۔ نہین۔ اے بھائی تمنے بدرو کی کہین نسبت ٹہنن ٹھہرائی

اکبر علی۔ ابھی کیا جلدی ہے جب پندرہ سولہ برس کی ہوگی دیکھا جائے گا

اکبری بیگم۔ آخر کہین سے بات چیت تو ہونا چاہیے

اکبر علی۔ بہن میرا ارادہ ہے کہ یہین کہین مناسب دیکھ کے کر دون گا

اکبری بیگم۔ اے اللہ اللہ کرو۔ بھائی! کیا تمہارے گھر مین کوئی لڑکا نہین جو باہر ڈھونڈھتے ہو۔

اکبر علی۔ اب تو مین یہان رہتا ہون۔ وہان کے حالات سے بھی اچھی طرح واقف نہین مجھے وہان بڑی دشواریان معلوم ہوتی ہین۔

اکبری بیگم۔ تو آخر ہم کس واسطے ہین اور دور جانیکی کیا ضرورت ہے عسکری مین کیا برائی ہے

اکبر علی۔ اول تو مجھے اسبات کا یقین نہین کہ تمہارے میان منظور کرینگے

اکبری بیگم۔ اے انھین اسمین کیا دخل ہے کرنے یا نہ کرنیوالی جو کچھ ہون مین ہون مین کہتی ہون نا۔

اکبر علی - ٹالنے کے طرق سے تاہم اون سے دریافت کرنا ضرور ہے "
کہہ کے اکبر علی اٹھ کے چوکی پر سے چلے گئے اور ان کی بیوی چاء دان میں
لا کے بیٹھ گئیں اور چپکے چپکے کبری بیگم سے کہا میں نہ کہتی تھی کہ
وہان نکر ین گے - مین تو پہلے ہی سے سمجھی ہوئی تھی کہ
ٹال دین گے

کبرے بیگم - اے دیکھو تو بھلے کو مین یہان آگئی - اب مین پورا اطمینان
کئے بغیر تھوڑی جاتی ہون - تھوڑی دیر کے بعد اکبر علی نے آکے چار
پی باہر جانے کو تھے کہ کبری نے پھر روکا اور کہا تو بھائی پہلے مجھے
صاف جواب دیدو پھر جانا

اکبر علی - تو جلدی کیا پڑی ہے ابھی تو دونون بچے ہین -

کبرے بیگم - نہین بھائی مجھے اندیشہ ہے کہ لڑکی کو تم کہین غیر دیگین نہ دیدو
بس اتنا ہی چاہتی ہون کہ دونو کا نکاح کر دو پھر رخصت
جب چاہو کر دینا -

اکبر علی (ایک قہقہہ مار کے) نکاح - ! اور ابھی سے ؟ یہ تو ہندؤنکی شادی
ہوگئی

کبرے بیگم - ہان جو کچھ ہو - اب مین بغیر اسکے لکھنؤ نہ جاؤنگی

اکبر علی - خیر مین تو تمہارے کہنے سے باہر نہ ہونگا مگر آخر اس
بارے مین بھائی شوکت حسین سے بھی پوچھ لینا چاہیئے (بی بی کی طرف
دیکھ کے) کیون ہے نا -

بلقیس بیگم ۔ بیشک انکی راے سب پر مقدم ہے

کبرا بیگم ۔ تو آج ہی انکو ایک خط لکھ بھیجو۔

اکبر علی ۔ (ہنس کے) کیسی باتین کرتی ہو ۔ لڑکی کا واسطہ اور خود مین لکھون

کبرا ۔ تو اب مین تو پڑھی لکھی نہین جب لکھو گے تم ہی لکھو گے اپنی طرف سے نہین میری طرف سے

اکبر علی ۔ (کچھ سوچ کے) خیر مین آج تمہاری طرف سے لکھے بھیجتا ہون

اکبر علی گھر سے نکلکر باہر آئے اور شام کو خط لکھ کے پہلے بہن کو سنایا پھر بند کر کے ڈاک مین دلوا دیا اور آٹھ دن کے بعد جواب بھی آ گیا۔

شوکت حسین نے انکار تو نہین کیا تھا مگر ٹالا تھا کہ ابھی بالکل ناوقت ہے ۔ مگر کبرا بیگم کی ضد اور پھر میان کے مقابلہ مین تاڑتوڑ خط جانا شروع ہوے یہانتک کہ انہون نے مجبور ہو کر لکھدیا کہ تمہین اختیار ہے۔

پھر کیا تھا گھی کے چراغ جلگئے ۔ گڈے گڑیا کی سی شادی تو کیا نکاح ہو گیا اور قاضی کو بلا کے دو بول پڑھوا دیئے گئے آئے کے چھ مہینے بعد کبرا بیگم عسکری کو لیکے اپنے گھر آئین اور چند ہی روز مین دیکھا بد مزاجی تھی اور چڑچڑا پن حقیقت مین سسرال کی آب و ہوا ان کے مزاج کے بہت

ناموافق ہے۔ اور خدا ہی ہے جو بھائی کا گھر بھی آیندہ ایسا ہی صحت بخش نہ رہے
اسلئے کہ وہان سے سمدہیانہ ہوگیا جسکے معنی ہندوستان کی سوسائٹی
مین گویا پٹیتی ہو جانے کے ہین۔
(۲)۔ اس واقعہ کو دس سال گذر گئے۔ پورے دس سال اور
بدالنساء ابھی تک اپنے گھر مین ہے اس مدت مین نہ کبھی سمدہی سمدہن
کو آپسمین ملنے کا اتفاق ہوا اور نہ ہونہار لڑکے نے دلہن کیصورت
دیکھی خصوصاً شوکت حسین تو جانتے بھی نہین کہ بہو کیسی ہے
گوری ہے یا کالی خوبصورت ہے یا بدصورت عسکری کی عمر ۱۸ سال
کی ہے۔ اور دلہن کو اب کے رجب سے پندرھوان برس شروع ہوگا لڑکے
نے اچھی طرح ترقی کی انٹرنس پاس کرچکا۔ اور ایف اے کی فرسٹ پر پہلے
سال مین ہے۔ لڑکی کو بھی اکبر علی نے حیدرآباد کے مدرسہ مین داخل
کر دیا جس مین چار پانچ سال حاضری کرکے پڑہنا لکھنا تو آیا مگر
ہان دو ایک انگریزی نظمین زبانی یاد ہوگئین انکی تال پر ہاتھ پاؤنکو
حرکت دینے لگی جرابین اور گلوبند بننا آگیا اور شاید اردو مین حرف شناس
ہوگئی ہو۔ سب سے زیادہ قابل لحاظ رہے کہ کبرے بیگم کے مزاج مین
تھوڑا بہت اعتدال پیدا ہوگیا گھر مین رہتے رہتے پرانی ہوگئین گئی
اور بچے بھی گود مین ہل سکے نیلون نیلون رگھٹنون گھٹنون چلے اور
اب انگنائی مین دوڑے دوڑے پھرتے ہین۔ ماما ئین بہت سی
بدلین اور آخر کار ایک آدہ ایسی مزاج دان مل گئی جو کبھی ایسے پہلو پر

آئی ہی نہین کہ بی بی خفا ہون اتنے دنونکے تجربے مین میان کی
اتقا و پاکبازی کا بھی امتحان ہوگیا کہ اب وہ پہلی سی بات بات پر
بدگمانی نہین ہے بہرحال اگرچہ اب بھی بدمزاج ہین مگر اتنی ہین کہ کبھی کبھی
میان سے دو منھ بول لیتی ہین ۔ مگر یکایک بہو کے گھر بلانے کا خیال
آیا اور پھر وہ ہی چڑچڑا پن تھا اور وہ ہی ضد میان کا ناک مین دم
کر دیا۔ شوکت حسین کی رائے کو چونکہ اس نکاح مین بہت کم دخل دیا
گیا تھا۔ اسلئے وہ اکثر الگ ہی الگ رہنے کی کوشش کرتے۔ مگر
بی بی کو ایسی رٹ لگ گئی تھی کہ میان کو گھر مین قدم رکھنا دشوار ہوگیا
بس ہر وقت بکتے جھکتے اور روتے چلاتے گزرتی تھی۔ اور جہان میانکے
پاؤنکی چاپ سنی پھر کیا تھا کہنا شروع کر دیا کہ تم تو بیفکر بنے بیٹھے ہو اور
میری جان پر بنی ہوئی ہے جسطرح ہوسکے مجھے ابھی خط لکھ دو نہین جبتک
نہ لکھوگے باہر نہ جانے دونگی۔ اس عام فرمائش کو اکثر تو وہ ٹال جاتے
مگر کبھی ایسے پھنس جاتے کہ لکھنا ہی پڑتا کوئی ہفتہ نہ گذرتا جس مین دس بارہ
خط نہ لکھ کے روانہ کئے جاتے ہون۔ اس نہین نہین پر بھی اتنے خط لکھے گئے
کہ دو مہینے مین ڈیڑہ سو سے زیادہ خط اکبر علی کے پاس پہونچے اور
ہر ایک مین یہی تھا کہ بیٹی کو کب بھیجوگے؟

اکبر علی کو پہلے تو انکار ہی رہا مگر اب لڑکی جوان ہوچکی تھی گھر مین بٹھانا
بھی خلاف مصلحت نظر آیا اور ادہر ان ڈیڑھ سو خطون نے توبہ بلوا دی تھی
طوعاً و کرہاً جسطرح بنا راضی ہوگئے۔ الغرض ایک گھڑی مین ڈاکئے نے آکر

شوکت حسین کو خط دیا اور اُنھون نے لیجا کر بی بی کو سنایا مضمون یہ تھا کہ بیٹی کے بھیجنے پر تو راضی ہین مگر خود انکو اُنکی چھٹی نہین کہ لکھنؤ سے آکے لیجاے کبرے بیگم کا ارادہ ہوا کہ خود حیدر آباد جا کے دھوم دھام سے رخصت کرائین مگر میان نے مطلق حامی نہ بھری اور کہا اول تو میرے پاس ان دنون روپیہ نہین اور اگر قرض دام کر کے بندوبست بھی ہوا تو جو کچھ کرون گا لکھنؤ مین خاص اپنے عزیزون اور دوستون کے سامنے کرون گا۔ وہان حیدر آباد مین اپنا روپیہ خرچ کرنے سے مجھے کیا مطلب۔

یہ ایک ایسی بات تھی کہ کبرے بیگم کے دلپر بھی جم گئی۔ عورتون کو معمولاً ایسی باتون کا زیادہ خیال ہوا کرتا ہے ذرا سوچکر بولین۔ تو اچھا پھر لڑکی کو لینے کون جائیگا

شوکت حسین۔ اب مین کسے بتاؤن

کبرے بیگم۔ تم ہی جاؤ۔

شوکت حسین۔ مجھے تو آج کل چھٹی نہین۔

کبرے بیگم۔ تو عسکری کو بھیجدو۔

شوکت حسین۔ اسکا پڑھنے کا ہرج ہو گا۔

کبرے بیگم۔ (ٹھٹک کے) لے تم جاؤ گے نہین عسکری کا پڑھنے کا ہرج ہو گا۔ پھر آخر ہو گا کیا آپ کیلی مین جانے سے رہی۔

شوکت حسین۔ میرے خیال مین تو اپنے بھائی کو لکھ بھیجو کہ وہ ہی آکے پہنچا جائین۔

کبرے بیگم۔ ایک تو وہ لکھ چکے کہ نہین آسکتے دوسرے سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ لڑکی اب تمہاری ہو چکی ہے اور وہ اپنا فرض پورا کر چکے اب اُنہین کیا غرض پڑی ہے جو اپنا روپیہ لگا کے یہان لائینگے۔

شوکت حسین۔ تو نکاح تم بھائی بہن نے ملکے کیا ہے مجھے کیا پڑی ہے کہ سو کام چھوڑ کے دوڑا جاؤن یہ سننا تھا کہ کبرے بیگم آگ بگولا ہو گئین اور ایکدفعہ بگڑ کے بولین سنتے ہو تم مجھے رہ رہ کے نہ چھیڑا کرو۔ اسے تو مینے کیا برا کیا جو اسو کی بیٹی سے نکاح کر دیا اور لوگو یہ نیا اندھیر ہے کہ یہ تو سب کچھ ہین مگر مین کوئی ہون ہی نہین۔

شوکت حسین۔ نہین بس اکیلی تم ہی ہو مجھسے کیا مطلب

کبرے بیگم۔ دیکھو مین کہے دیتی ہون میرا منھ نہ کھلواؤ نہین تو ایک ایک کی بیس بیس سناؤنگی۔ لڑکے کے سب کام تمہارے ہی اختیار مین ہین مین تو کبھی دخل نہین دیتی۔ پڑھانے لکھانے مین جس رنگ پر لگایا تمنے لگایا۔ اسکے کپڑے تم اپنی مرضی کے بناتے ہو اور ساری رسمین تمہارے کہنے کے بموجب ہوئین۔ ایک مین نے نکاح کر دیا تو بری ہو گئی۔ ہان بس زیادہ میرے منھ نہ لگو نہین تو اپنی اور تمہاری جان ایک کر دون گی یہ نہ سمجھو کہ میرا یہان کوئی بیٹھا نہین ہے زیادہ ستاؤ گے تو عسکری کو ساتھ لیکے اپنے بھائی کے گھر چلی جاؤن گی۔

شوکت حسین۔ چلی جاؤ مین نے بہت مزاج داری کی اب نہین ہو سکتی

میان کی زبان سے یہ جملہ سننا تھا کہ بی بی نے زمین سر پر اٹھالی۔ پاندان اٹھاکے دھڑ سے انگنائی مین پھینکدیا اور زور زور سے منھ پیٹنے لگین اور ایسا شور وغل مچایا کہ بچے جو گھر مین چارون طرف کھیلتے تھے دوڑتے ہوے مان کے پاس آے اور لپٹ لپٹ کر رونے لگے یہ رنگ دیکھکر میان بھی گھبرا گئے چونکہ شرافت کا بہت کچھ پاس ولحاظ رہتا تھا اپنے گھر کا یہ رنگ دیکھ کے شرما گئے تاہم اسوقت کچھ بولنا خلاف مصلحت خیال کرکے باہر چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد جب سُن لیا کہ کبرے بیگم اچھی طرح رو دھو کے دل کی بھڑاس نکال چکین تو پھر اندر آے اور مسکرا کے کہا بیگم خیر گذری باتون کو بھلا دو بیشک میری غلطی تھی کہ تمھین آزردہ کیا اب مین جانے کو تیار ہون جب کہو تمھاری ہونے آؤن

کبرے بیگم۔ نہین اب مجھسے نہ بولو بس مجھے اپنے چپکی پڑی رہنے دو۔

شوکت حسین پاس بیٹھ گئے اور عذر خواہی کے طریقہ سے کچھ چھیڑ چھاڑ کی اور کچھ گدگدا کے بیوی کو ہنسا یا۔ اور آخر اسیوقت یہ قرار پا گیا کہ آجکے تیسرے دن جمعرات کو شوکت حسین حیدر آباد چلے جائین اور ہفتہ عشرہ وہان ٹھہر کے بہو کو ساتھ لے آئین۔

تاریخ معینہ پر شوکت حسین نے مختصر سا اسباب ساتھ لیکے حیدر آباد کی راہ لی ان بیچارہ پر کبھی اس سے پہلے وطن سے قدم باہر نکالنے کی مصیبت کاہے کو پڑی تھی۔ یہ بھی جورو کا صدقہ تھا کہ اتنا دور کا سفر

کرنا پڑا۔ مگر بیچارے ان معاملات مین بالکل ناتجربہ کار تھے بلکہ بیٹا انگریزی پڑھانے
کیوجہ سے زیادہ ہوشیار تھا اور حقیقت مین وہ اس کام پر بیٹے ہی کو بھیجتے۔ مگر ایک تو یہ
خیال ہوا کہ سال کا آخری زمانہ ہے اور امتحان قریب ہے بیٹے کو ان دنون اور مستعد بنا
جانیئے کہ مہینے مین بیس دن بالکل کتاب دیکھنے کا موقعہ نہ ملے۔ دوسرے دلمین
یہ بھی خیال گذرا کہ میرے ہوتے ساتے بیٹا اس کام کو جائے ذرا ہیکی کی بات ہے
الغرض چلنے کو نادعلی مظہر العجائب پڑھ کے چل کھڑے ہوئے لیکن جوجو آگے
بڑھتے اور جوجو جنکشنون کا شور وہنگامہ لوگونکی بدحواسی دیکھتے ہوش اڑجاتے وہ
تو غنیمت ہوا کہ انگریزی مین بیٹے کے سمجھانے سے دوسرے درجہ کا ٹکٹ لے
لیا تھا ورنہ کہین عام ہندستانی مذاق کے موافق تیسرے درجہ کا ٹکٹ لیتے تو غضب ہی
ہوجاتا۔ خدا جانے کہانکے کہان جا پہونچتے خیر بیچارے خدا خدا کر کے حیدرآباد
پہونچے چونکہ انکی روانگی کے وقت تار دیدیا گیا تھا لہٰذا سمدھی نے آکے اسٹیشن پر ہی آتا
لیا اور ہنسی خوشی گھر لیگئے مگر اسٹیشن پر انکو یکہ و تنہا بہ یک بینی و دوگوش دیکھ کے کچھ چپ سے
ہوگئے اور بات یہ تھی کہ مولوی اکبر علی صاحب یہ سمجھے ہوئے تھے کہ سمدھی کچھ سامان لیے آئینگے اور بیٹی کو دھوم
دہام سے بیاہ لیجائینگے۔ بلکہ ساٹھ روپیہ مہینے کا ایک بنگلہ بھی انکے لئے کرایہ پر ٹھہرا لیا تھا اب
جو دیکھا کہ اکیلے سمدھی بوریا بدھنا بغل مین دبائے کاڑی سے اتر پڑے تو انہین ناگوار معلوم ہوا اور
گھر مین آکے بیوی سے کہا سنتی ہو۔ سمدھی صاحب تشریف تو لائے ہین مگر اس شان سے
کہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی یہاتی سمدھیانہ سے لوٹا ڈوری ہاتھ مین لیے نائی چلا آتا ہے یہ تو مرد ذات
بیچارے سیدھے سادے آدمی ہین ہماری بہن کو بھی اتنی توفیق نہ ہوئی کہ ذرا سمجھا بجھا دین
بلقیس بیگم۔ مگر بھئی جو کچھ ہو اسطرح تو مین اپنی بدر و کو رخصت نکرونگی یہ انہون نے

سمجھا گیا ہے۔کوئی لونڈی باندی کی چھوکری سمجھتے ہین جو یون چپ چاپ ہاتھ پکڑکے
حوالہ کردیجائے

اکبر علی بھئی ناگوار تو مجھے بھی ہوا مگر دیکھو مین انسو ملکے ذرا گفتگو کرونگا اور لطف یہ کہ آپکو جلدی بڑی ہے
بلقیس بیگم میرے نزدیک تو ٹکا سا جواب دیدو۔
اکبر علی۔لے اب نکاح کر چکی ہو معاملہ انکے بس کا ہو گیا ایسا بھی نکرنا چاہیئے کہ ایک قلم القطع
ہو جائے دوسرے دن اکبر علی نے شوکت حسین سے گفتگو کی اور کہا بھائی صاحب مین سمجھا تھا کہ
میری بیٹی کو آپ ایسا ذلیل سمجھینگے بھلا یہ بھی کوئی رخصت کرانیکا طریقہ ہے جو نکاح بچپن مین ہو گیا
اور باتون باتون مین دونون طرف کے ارمان دل ہی دل مین باقی ہین نہ کوئی رسم ادا ہوئی
نہ کسی قسم کی دھوم دھام کیگئی بھلا اسطرح مین لڑکی کا ہاتھ پکڑکے آپکے حوالہ کردونگا تو وہ بھی
دل مین کیا سمجھے گی یہی کہ ان باوانے کوڑے کی طرح نکال کے پھینکدیا۔
شوکت حسین۔مجھے ہمیشہ خیال رہا کہ آپ خود لکھنؤ مین تشریف لاکے اس رسم کو پورا کرینگے
اکبر علی۔بھلا آپ ہی انصاف کیجئے کہ بیاہنے کو آنا لڑکے والون کا کام ہے یا لڑکی والون
شوکت حسین۔یہ آپ بجا فرماتے ہین مگر اب تو دنیا سے یہ رسمین اٹھتی جاتی ہین اور
سچ عرض کرتا ہون مین ان باتون مین سے کسی بات کا بھی پابند نہین۔
اکبر علی تو آپ نہون نہ سہی ایک ذرا دینے دلانے مین ذرا بھی کمی ہوئی تو آپہی شکایت کرینگے
شوکت حسین۔استغفراللہ بھائی بخدا لایزال مجھے ذرا بھی جو خیال ہو مین تو لڑکی کا چاہتا
ہون اور روپیہ پیسہ خدا نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔
اکبر علی۔تو بھائی مانا یہ بھی نہ سہی۔لڑکی کو تو آنا چاہیئے تھا۔
شوکت حسین اسکا ان دنون پڑھنے کا ہرج ہوتا تھا بس یہی خیال سے نہین لایا مجھے تعلیم کا

خیال سب کامون پر مقدم رہتا ہے اور غالباً آپکا بھی خیال یہی ہوگا لڑکی کا آرام آسائش سے رہنا اور سب سے بڑی راحت بس اسی پر منحصر ہے کہ لڑکے کی لیاقت اچھی ہو۔ یہ زبانی ہولے کے بعد شوکت حسین نے بہت کچھ منت وسماجت کر کے سمدھی کو راضی کر لیا اکبر علی تو راضی ہوگئے چونکہ آدمی عقلمند تھے سمدھی کو اتنا دباؤ مانتے دیکھکر زیادہ جھگڑا کرنا خلاف سمجھکے گھر مین گئے دلہن بیوی سے کہا تو بیگم مین نے حامی بھر لی۔ بدر کی رخصت کا سامان کرو اور اتنا کہتے ہی بیٹی کے چھوٹنے کا خیال آیا تو منھ پر رومال رکھکے زار وقطار رونے لگے۔

بلقیس بیگم۔ اے تو تمنے مجھسے بھی نہ پوچھا؟ اور اتنا کہہ کے وہ بھی رو پڑین۔

اکبر علی۔ سمدھی منت سماجت کرتے ہین اور ہر طرح کا دباؤ مانتے ہین ایسی حالت مین میرے نزدیک زیادہ انکار بالکل نامناسب ہے

بلقیس بیگم (آنسو پونچھکر) یہ تو مجھسے کسیطرح گوارا نہین ہوتا کہ میری بدرو یون چپ چپاتی سسرال چلی جائے

اکبر علی۔ مین سچ کہتا ہون کہ زیادہ جھگڑا کرنا مناسب نہین ہے یہ تو تم جانتی ہو کہ بدرو کو جس گھر مین جانا تھا وہ انکی ہو چکی۔ اسکا بدلنا نہ اب ہمارے اختیار مین ہے اور نہ تمہارے اختیار مین پھر ادنی ادنی باتون کے لئے سمدھیانہ والون سے بگاڑنا کچھ اچھا نہین میرا تمہارا تو کچھ نہ بگڑیگا سب الجھن غریب لڑکی کے سر ہو جائیگی۔ غرض اگر چاہتی ہو کہ لڑکی کو آرام ملے تو ان باتون کو زیادہ بڑھاؤ۔ اور اسکو غنیمت سمجھو کہ وہ دباؤ مانتے ہین اور اپنی غلطی کا اقرار کر کے عذر خواہ ہوتے ہین

بلقیس بیگم نے اسکے جواب مین (بھرائی ہوئی آواز مین) اتنا تو کہا کہ تمہین اختیار ہے مگر زیادہ نہ کہہ سکین اور بیٹی سے جو پاس شرمائی اور سر جھکائے بیٹھی تھی لپٹ کے رونے لگی الغرض ہفتہ عشرہ مین رخصت کی تیاریان ہوگئین اور حیدرآباد پہنچنے کے ٹھیک سولہ دن دلہن کو شوکت حسین ساتھ لیکے لکھنؤ روانہ ہوگئے۔ غریب النساء جسنے کبھی پردہ مین قدم رکھنے کے بعد حیدرآباد چھوڑنے سے

پہلے کبھی خسر کی صورت تک نہین دیکھی انھین کے ساتھ مان باپ کے گھر سے نکلکے
سسرال کو چلی جو کالے کوسون تھی پردے کے خیال اور رسمون کی مجبوری سے نہ
یہان حیدرآباد مین شوکت حسین کو جرات ہوئی کہ سمدہی سے کہین کہ بہو کی صورت
دکھادین اور نہ خود اکبر علی کو اسکی توفیق ہوئی - ریل پر سوار ہو چکنے کے بعد واڑی پہلا
مقام تھا جہانکہ ایک گاڑی سے اوترنے اور دوسری مین چڑہنے کی ضرورت سے شوکت حسین
کو بہو سے کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہوئی لیکن - بدرالنساء ایسی شرمیلی لڑکی تھی کہ گھر سے
چلتے وقت جو برقع پہنا تو کسی حال مین نہ اتارا ! الغرض واڑی پر شوکت حسین نے برقعہ
کا ایک کونا چٹکی سے پکڑ کے بہو کو نظام لائن ٹرین سے اتار کے جی - آئی - پی ریلوے
لائن کی گاڑی مین بٹھایا اور قبل اسکے کہ بہو کی زبانسے ایک لفظ سنین یا اسکے چہرے
کی ایک جھلک دیکھ پائین آگے روانہ ہوئے یہی حالت ہنادوین ہوئی اور یہی سرگذشت
مناڑ مین پیش آئی بگران دنون بمبئی مین پلیگ کی شکایت حد سے زیادہ تھی رعایا
سہمی ہوئی تھی اور رعایا سے زیادہ ہول گورنمنٹ کے دلمین سما گیا تھا جابجا اسٹیشنون پر
ڈاکٹر مقرر تھے کہ آنے جانے والے مسافرون اور خاصکر بمبئی سے آنیوالونکی پوری
دیکھ بھال کرین منماڑ پہلا اسٹیشن تھا جہان - بیچارے شوکت حسین کو اس مصیبت سے دوچار
ہونا پڑا ڈاکٹر نے آکے نبض دیکھی اور پاس کیا اب بیچارے بہو کی فکر لینے کو دوڑے رات
کی تھکی اور ہر وقت برقع پہنے رہنے کی گرمی کے سبب سے اگرچہ بدرالنسا کا بدن اچھا کا تھا مگر
ڈاکٹر نے کچھ خوف خدا کر کے اسے بھی پاس کر دیا - خیر یہ غنیمت ہوا ان کی پہلی منزل طے کر کے
دوسری ٹرین مین بیٹھے اور گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی چلی کچھ رات رہے سے

کا اسٹیشن چھوڑا تھا اسی دن شام کو ۵ بجے اٹارسی کے اسٹیشن پر اترے یہان گرمی بمقابلہ
سب جگہ سے کچھ زیادہ تھا اور ہمارے سیدھے سادھے خوش عقیدہ بزرگ شوکت حسین
کو بار بار عرصہ حشر کا خیال آجاتا تھا۔ گاڑی سے اترے اسباب تار کے ایک
کونہ مین رکھا اسکے بیچ مین بہو کو بھی ایک میلی کچیلی گٹھری کیطرح لا کے رکھدیا
اور کھڑے ہو کے گھبرا گھبرا کے چارون طرف دیکھنے لگے مگر حقیقت مین بہو بڑی
صبر والی تھی راستہ بھر کبھی خسر سے اتنا بھی تو نہ کہا کہ پیاس لگی ہے وہی انگور کی
چمڑے کی بنی ہوئی چھاگل جسے حیدر آباد سے بھر کے لائی تھی اسمین سے انڈیل انڈیل
کے پانی پیا کی اور جب بھوک لگتی بسکٹو نکا بکس کھول کے دو ایک کھالیتی بس یہی
کھانا پانی تھا جسپر اُس غریب بے زبان لڑکی نے سفر کے تین کڑے دن کاٹے لوگ
کہتے ہین کہ آجکل سفر مین ہر جگہ بڑا آرام ملتا ہے۔ مگر انھین کو ملتا ہوگا جنھین بار
غریب پردے والون کے سر پر جو کچھ گذرتی ہے اسکا حال کچھ انھین سے پوچھئے تو معلوم
ہو بہر تقدیر شوکت حسین یہانتک آ پہونچے اور کل سلامتی سے بہو کو لیکر پہنچنگے خیر
وہان تو جب پہونچینگے پہونچینگے ابھی اٹارسی کے اسٹیشن پر منھ پھیلائے بدحواس
کھڑے ہین فرشتہ موت کیطرح ڈاکڑ کے آنے کے منتظر ہین اور چارونطرف
آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہین کہ ناگاہ ایک شریف صورت کے آدمی آتے نظر
آئے یہ بھی بادی نظر مین پرانی وضع کے مسلمان ہین۔ مگر لکھنؤ کے نہین کسی دیہات
سر پر گول ٹوپی بدن پر ایک لمبا کرتا اور اسپر مین سکھ کی صدری پاؤنمین نکا اسلیم شاہی
جوتا گلے مین ایک بادامی رنگ کا منی بیگ پڑا ایک ہاتھ مین دو تین چھڑیان چھتری

بند ہاتھ اٹھائے اور دوسرے ہاتھ سے کسی عورت کا ہاتھ جو سر سے پاؤن تک برقع مین لپٹی
ہونے پر بھی جوان بلکہ کم سن معلوم ہوتی تھی پکڑے پیچھے پیچھے تو اس عورت کو لئے یہ خود آرہے تھے
اور آگے آگے اسٹیشن کا قلی اسباب لئے ہوئے تھا ان بزرگ کی صورت دیکھ کے
شوکت حسین مین ایک جان سی آگئی اور بڑھکے پوچھا کیون حضرت کیا آپ کانپور
تشریف لئے جاتے ہین لیکن ان بزرگ پر شوکت حسین سے بھی کچھ زیادہ بدحواسی طاری تھی
چلتے کہین تھے اور پاؤن کہین پڑتا تھا نظر ایک طرف تھی اور خیال دوسری طرف
شوکت حسین کے پوچھنے پر انھون نے پھر کے ایک نظر دیکھ تو لیا۔ مگر ساتھ ہی اسباب
کا خیال آیا۔ ادھر دیکھا تو قلی اسباب لے کے دو قدم آگے بڑھ گیا تھا بس پھر کیا تھا کسکا
پوچھنا اور کسکا جواب غریب نے زبان ساتھ لیکو کھینچے ہوئے آگے لپکے مگر اس کھینچا کھینچی
مین اس غریب کے ایک پاؤن سے جوتی نکل گئی جاکے قلی کو روکا پیچھے ہٹکے عورت کو جوتی
پہننے کا موقعہ دیا اور بڑھنے کو تھے کہ شوکت حسین نے بڑھ کے پھر وہی سوال کیا آپ کیا کانپور تشریف
لئے جاتے ہین مگر وہ بزرگ اب بھی نہ سمجھے کہا کیا فرمایا آپنے مگر کہتے ہی کہتے دو قدم اور آگے بڑھ گئے

شوکت حسین۔ (قریب جاکے) حضرت آپ کیا کانپور تشریف لیجاتے ہین

شخص۔ جی ہان۔

شوکت حسین۔ تو جناب میرے ساتھ بھی زنانہ ہے مناسب ہوگا کہ ہم آپ ساتھ چلین ریل جعلسازی
اور فریب دینے والونکا شخص کو بڑا ہی ڈر رہتا ہے اور اکثر لوگ بڑے بڑے نقصان اٹھا چکے ہین جسکا نتیجہ
یہ ہے کہ بہت کم لوگ کسی پر اعتبار ہوتا ہے شوکت حسین نے جو یہ درخواست کی تو ان صاحب نے انکو سر
پاؤن تک گھور کے دیکھا۔ اور پوچھا تو آپکا اسباب و مستورات کہان ہین۔

شوکت حسین۔ مستورات کیا معنی صرف ایک بیوی میرے ساتھ ہے جو دکھئی (انگلی سے اشارہ کرکے)

وہ سامنے اسباب کے پاس برقع پہنے بیٹھی ہے اور وہی میرا اسباب ہے۔
شخص۔ اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے کہ سفر میں کسی شریف شخص کا ساتھ ہو جائے مگر جناب کسی پر غلبا کرتے ڈر معلوم ہوتا ہے مگر آپ تو نہایت معزز اور شریف معلوم ہوتے ہیں میں بھی اسی تلاش میں تھا کہ کوئی ایسا شخص ساتھ ہو جائے تو ذرا اطمینان ہو آپ تشریف کہاں کو لیجاتے ہیں۔
شوکت حسین۔ میں تو لکھنؤ جاتا ہوں اور آپ۔
شخص۔ میں فرخ آباد جاؤں گا بس کانپور تک ہی کا آپکا ساتھ ہو گا کیونکہ آپ اپنے طرف جائینگے اور میں اور طرف
شوکت حسین۔ خیر حضرت اتنی دور کی صحبت ہی غنیمت ہے۔
شخص۔ بیشک بیشک (قلی سے) بلٹو آگے چلنے کی ضرورت نہیں اور جب قلی آگے ہو لیا تو عورت کا ہاتھ پکڑے ہوئے بیٹے اور بدر النساء کے پاس لا کے اس عورت کو بٹھا دیا اسباب بھی وہیں رکھوا دیا اور کھڑے کھڑے باتیں کرنے لگے
شوکت حسین۔ حضرت سواریون کے لیجانے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے
شخص۔ جی ہاں میرے خیال میں تو انسان عورتون کو لیکے کبھی تنہا سفر ہی نہ کرے
شوکت حسین۔ بجا ہے اب اکیلا آدمی کیا کیا کر سکتا ہے اسباب کی خبر لے کہ عورتون کی تاک کرے حیدر آباد سے یہانتک مجھے ایسی ایسی مصیبتون کا سامنا ہوا ہے کہ پناہ بخدا
شخص۔ آپ حیدر آباد سے آتے ہیں؟ اور آپ کا اسم شریف
شوکت حسین۔ مجھ کو شوکت حسین کہتے ہیں اور آپکا اسم گرامی۔
شخص۔ میرا نام قاسم علیخان ہے وہان حیدر آباد میں آپ لوگ محبت علیخان کو جانتے ہیں
شوکت حسین۔ نہیں میں وہان کے کسی شخص سے واقف نہیں زندگی بھر میں اسی مرتبہ مجھے وہان جانے کا اتفاق ہوا ہے اور فقط بیس روز ٹھہر کر چلا آیا۔

قاسم علی خان۔ اور آپکے ہمراہ کون ہے

شوکت حسین۔ جی یہ میری بہو ہے اسکے لینے کو مین حیدر آباد گیا تھا۔

قاسم علی خان۔ حسن اتفاق سے میرا حال بھی آپ ہی کا سا ہے۔

اتنے مین ڈاکٹر آگیا اور کہا نبض دکھاؤ۔ شوکت حسین نے جو اس سے قریب تھے گھبرا کے ہاتھ بڑھا دیا۔ اسنے انکی نبض دیکھی پھر قاسم علیخان کی اور جب یہ سنا کہ قاسم علیخان بمبئی سے آتے ہین تو دیر تک نبض دیکھی۔ پھر انکی زبان اور آنکھین بھی دیکھین اور عورتون کیطرف متوجہ ہوا پہلے قاسم علیخان کے ساتھ والی کی نبض دیکھی گئی اور اسکے بعد بیچاری بدر النسا کی۔ سب نبضین دیکھ کے ڈاکٹر نے ذرا سر جھکا یا سوچنے لگا۔ اور ہر شخص دل ہی دل مین ڈر گیا کہ دیکھئے کسکی آگئی ہے مگر خدا کی ایسی مہربانی تھی کہ سب پاس ہو گئے اب مزدورون نے اسباب سر پر اٹھایا دونون عورتونکو لیجا کے زنانی گاڑی مین بٹھا دیا اور شوکت حسین و قاسم علیخان سکنڈ کلاس مین جا کے بیٹھے ریل چلی اور دونون مین باتین شروع ہوئین شوکت حسین نے باہر کیطرف دیکھ کے کہا۔ پارسال بارش نہونے سے دیکھئے زمین خشک پڑی ہے۔

قاسم علیخان۔ جناب اس خشک سالی نے تو قیامت کردی دیہات مین تو یہ عالم ہوا کہ صدہا گھر اجڑ گئے۔

شوکت حسین۔ بیشک قحط بری بلا ہے۔ خدا کرے ابکی برسات بہت اچھی ہو اور ہان حضرت وہ اسوقت آپ کیا کہتے کہتے رہ گئے تھے کہ ہماری آپ کی سرگذشت ایک ہی سی ہے۔

قاسم علیخان - جی ہان مین یہ عرض کرتا تھا کہ مجھے بھی فرخ آباد چھوڑے صرف پندرہ روز ہوئے میرے ایک چچا بمبئی مین ہین جنھون نے ۳۰ سال سے یہان کچھ تجارت شروع کی اور کامیاب ہوے چند روز بعد انھون نے ایک پرانی شخص کی لڑکی سے نکاح کرلیا جس سے صرف ایک بیٹی پیدا ہوئی وہ چاہتے تھے کہ اس لڑکیکا نکاح کسی طرح اپنی برادری مین کرین مگر کوئی راضی نہ ہوتا تھا اور بات یہ تھی کہ اس غیر کف شادی کیوجہ سے سب نے انکو چھوڑ دیا تھا۔ اتفاقاً میرا چھوٹا بھائی جسکی عمر کوئی اکیس بائیس برس کی ہے باپ سے لڑکے چلا گیا اور اوران کے پاس بمبئی پہنچا انھون نے موقع پاکے اسے طرح طرح کے سبز باغ دکھائے اور دم دلاسا دیکے اپنی بیٹی سے نکاح پڑھوالیا اور لطف یہ کہ نکاح تو پڑھوادیا مگر لڑکے کو کبھی لڑکی کی صورت تک نہ دیکھنے دی بلکہ نکاح کے ہوتے ہی لڑکے کو بھیجدیا اور والد کو خط لکھا کہ مینے عقد تو کردیا ہے مگر لڑکی رخصت اسوقت ہوگی جب آپ بلائینگے والد سنکر بہت برہم ہوئے - پہلے تو بیٹے کو بہت برا بھلا کہا اور اس غیر کف لڑکی کے گھر مین لانیسے قطعاً انکار کردیا - مگر اب دوستون اور عزیزون کے سمجھانیسے کسیقدر راضی ہوے مگر یہ کسیطرح گوارا نہ کیا کہ خود بمبئی جاکے لڑکی کو رخصت کرائین مگر ہان چچا کو لکھدیا کہ کہو تو کسیکو بھیجکر لڑکیکو بلا لون چچا جو عزیزداری کے تعلقات قائم کرنیکے بڑے آرزومند تھے اسکو بھی غنیمت سمجھے اور راضی ہوگئے - بہر تقدیر ان کا خط آتے ہی مین بمبئی روانہ کیا گیا کہ بھاوج کو لے آؤن پندرہ دن ہوئے فرخ آباد چھوڑا تھا اور کل سولھوان دن ہوگا۔

شوکت حسین - تو آپکے ساتھ یہ آپکی بھاوج ہین۔

قاسم علیخان - جی ہان چھوٹے بھائی کی بیوی۔

الغرض یہ باتین کرتے کرتے دونون لیٹ کے سوگئے بارہ بجے جھانسی مین اُٹھکے
گاڑی بدلی اور پھر لیٹ رہے اور دوسرے دن صبح کو کانپور کے اسٹیشن پر تھے یہ بھی
بہت بڑا جنکشن ہے اور یہانکا ہنگامہ بھی دیگر مقامات سے کچھ زیادہ ہی تھا قاسم علیخان
اور شوکت حسین دونون گاڑی سے اترے اور چونکہ دونون کو یہان زیادہ شناسا ن
صورتون کے نظر آنیکا اندیشہ تھا لہذا سوچ رہے تھے کہ کیا کرین اور سواریون کو گاڑی سے
اُتار کے دوسری گاڑی تک کیونکر لیجائین دونون اسی تردد مین تھے کہ کہار ڈولی
لئے آپہونچے اور پوچھا ڈولی چاہئے ڈولی کہارون کی صورت دیکھتے ہی شوکت حسین
اور قاسم علیخان دونون بے تحاشا چلائے ہان چاہیئے مگر دو ڈولیون کی ضرورت ہے
کہار جیسے کہئے حاضر ہین اور ڈولی کو پلیٹ فارم پر رکھ کے ایک کہار دوڑ گیا اور ایک
ڈولی لے آیا اب قاسم علیخان اور شوکت حسین چاندنی لیکے زنانی گاڑی کے پاس گئے
اور پردا کرایا چاندنی کا کونا ایک طرف شوکت حسین نے پکڑا اور دوسری طرف محمد قاسم
نے کہارون نے ڈولی لگائی

اور دونون ہم سفر دن چلا کے کہا سوار ہو الغرض دونون سواریان ڈولیون
سوار ہوگئین اور انہا اپنی سواریونکو لگائے ہوئے مزدورون نے اسباب سر پر رکھا اور
شوکت حسین و قاسم علیخان رخصت ہونے کیلئے بغلگیر ہوے اسلئے ایکدوسرے کا شکریہ
ادا کر کے رخصت ہوے قاسم علیخان نے فرخ آباد کی گاڑی کا راستہ لیا شوکت حسین
کہارون اور مزدورون کیساتھ دوڑے ہوے ایک اونچی لکڑی کے پل پر چڑھے پھر اترکے
مغرب کیطرف مڑے اور ادھر ادھر دیکھ لکھنؤ لائن ٹرین کے پاس جا پہونچے بہو کو زنانی
گاڑی مین سوار کرایا اور خود جا کے اپنی گاڑی مین بیٹھ کے بہت خوش ہوے کہ

منزل کٹنے کو آئی اور اب وہ گھنٹہ مین جاکے لکھنؤ کے اسٹیشن پر ہونگے جہان بیٹا اور بہت سے عزیز و قریب موجود ہونگے اور یہی بلکہ انکی امید سے زیادہ ہوا اسلئے کہ لکھنؤ اسٹیشن پر بیگم کی سب آرزو اور ارمانون کا یہ رنگ نظر آیا کہ اسٹیشن پر صرف عزیز و قریب ہی موجود تھے بلکہ بیٹا عسکری دولہ بنا زرین لباس پہنے ویٹنگ روم میں موجود تھا برادری ہی کے لوگ پلیٹ فارم پر ٹہل رہے تھے زریفی پوشش اور نقشی جھالر کی فینس دولہن کیلئے تیار کھڑی تھی اور اسٹیشن کے باہر تو تاشے اور ڈھول دھمامے اور انگریزی باجے والے نوبت نقارون - روشن چوکی او جھنڈی بردار غرض ایک ٹھٹھ لگا ہوا تھا اور کوئی سامان نہ تھا جو نہ ہو پردہ ہوا دولہن فینس مین سوار ہوئین کہارون نے بسم اللہ کہکے فینس اٹھائی اور برات تڑ بڑ جھیم جھیم کرتی ہوئی دھوم دھام سے شہر کو روانہ ہوئی کوئی دو گھنٹہ مین بارات آغا میر کی ڈیوڑھی پر پہنچی دھوم دھام تھی جہان شوکت حسین کا گھر تھا بارات کے پہنچتے ہی گھر مین طبلہ ٹھنک نے لگا و ڈومنیون نے مبارک باشند کا نغمہ بلند کیا بڑے جوش و خروش سے دولہن اتاری گئی چنکم سن لڑکیون نے دولہن کو لیجاکے ایک کمرے مین بٹھا دیا - جو سونے کا کمرہ حجلہ عروسی قرار دیا گیا تھا تھکی ماندی دولہن تو جاتے ہی لیٹکے سو رہی مگر گھر مین آدھی رات تک دھوم دھام اور شور و ہنگامہ رہا ایک بجے کے قریب جب لوگون کی چیخ پکار کم ہوئی تو ایک لڑکی نے چپکے سے عسکری کو وہان پہنچا دیا اور سب لیٹ رہے شوکت حسین تو بہو کو لیکے گھر پہونچگئے

اب ذرا لگے ہاتھون قاسم علیخان کی سرگذشت بھی سن لیجئے وہ کانپور سے سوار ہو کے چند گھنٹے مین فرخ آباد پہونچے جہان ایک انکا چھوٹا بھائی کاظم علیخان

تو البتہ فنیس لئے موجود تھے باقی برادری بھر مین اور کسیکو اتنی جرات نہ ہوئی کہ اس
کام مین شریک ہو دونون بھائیون نے ملکے لڑکیکو ریل سے اتارا گھر کا خدمتگار جو
کاظم علیخان کے ساتھ مارے باندھے اسٹیشن تک چلا آیا تھا وہ فنیس کے ساتھ دوڑتا
ہوا روانہ ہوا اور قاسم علیخان و کاظم علیخان نے باوا کی بہلی پر بیٹھ کے گھر کی راہ لی
بیل تیز تھے فنیس سے پہلے پہونچگئے لیکن بہو کے اترتے وقت یوڑہی بھی نا ہی سناٹا تھا بس
بس ٹرونکیں بھی دونون بھائی تھے جنھون نے نئی بار خاطر دولہن کو اتارا اور ایک کمرہ مین لیجاکے بٹھا دیا
جہان کوئی بات پوچھنے والا نہ تھا۔

بات یہ تھی کہ کاظم علیخان اور قاسم علیخان کے والد ہاشم علیخان اس شادی سے
نہایت ناراض تھے لوگون کے کہنے سننے اور یار آشناؤن کے سمجھانیسے بڑے بیٹے کو بھیج
دیا تھا کہ جاکر بیاہ رچ کو لے آؤ لیکن انکے دل سے میل تو نہ نکلا تھا بیٹے کے جاپہنچنے کے
بعد جو یہ خیال آیا کہ غیر کفو لڑکی گھر مین آوے گی بر ہمی زیادہ ہو جاتی تھی! ایک پرانی وضع
کے اجڈ آدمی تھے بس جہان کوئی راے قائم ہو گئی پھر وہ پتھر کی لکیر تھی!۔ ورانپر کیا موقوف
ہے ماشاءاللہ سارا گھرانا ایسا ہی واقع ہوا تھا۔ بس کیلئے ایک قاسم علیخان مین ذرا انسانیت
اور ملنساری تھی جیسا کہ ریل کے سفر مین بھی نظر آگیا۔ باقی این خانہ تمام آفتاب است
کا مضمون تھا کسی مین تنا مادہ نہ تھا کہ کسی معاملہ کے نیک و بد پر غور کرے چھوٹے صاحبزادے
جو بمبئی کے بے زبان دولھن کے دولھا تھے بالکل باپ پر پڑے تھے وہ ہی ضد وہی ہٹ وہ
سخن پروری بس ہو بہو وہی سب باتین لے لیجئے بابا نے چھوڑی اور بیٹے نے اٹھائی
بیٹے نے چھوڑی اور بابا نے اٹھائی۔ ہر وقت مونچھون پر تاؤ ہی دیتے رہتے جب ارادے
ہو جاتی اور پھر ضد کہ نہلین اسیوقت تعمیل ہو! اور کبھی خدانخواستہ ذرا مخالفت کر دیجئے تو لٹھ با

بن تو ہین خونکے پیاسے ہو گئے باپ بیٹے کا مزاج اگرچہ ایک ہی طرح کا واقع ہوا تھا
مگر اس [illegible] مزاجون مین کبھی اتفاق نہین ہو سکتا نتیجہ یہ تھا کہ صاحبزادے کی رائے ہمیشہ
باوا کے خلاف رہتی مگر چونکہ یہ شادی آپ کی حماقت کا نتیجہ تھی لہذا اڑی تھے تھی کہ ہماری
بی بی کو گھر مین بلا کر رکھو لیکن جو جو انکی ضد بڑہتی جاتی وہ وہ باوا بھی اور ضد پاتے
وہ کہتے ہرگز نہین دیکھون تو کیسے گھر مین لاتا ہے۔ خیر لوگون نے کوشش کر کے خدا خدا
کر کے بڑے میانکو راضی کیا اور کہہ سنکے قاسم کو بمبئی روانہ کر دیا مگر بھلکے جاتے
ہی میان کاظم علیخان نے وہ اکڑفون دکھائی اور اپنے پرائے کے سامنے اسطرح
بڑھ بڑھ کے باتین بنائین کہ باوا کے کانون تک بھنک ہو گئی وہ سنتے ہی بگڑ
گئے اور کہا خیر اب قاسم گیا ہے تو لائے ہی گا۔ مگر نہ ملونگا اور نہ میرے گھر مین کوئی ملیگا
اسطرف کا مکان خالی کرا دو اور کاظم سے کہو اپنے وہین اتارے اور دیکھو خبردار
درمیان کا دروازہ کبھی نہ کھلنے پاوے اور نہ یہان سے کسی قسم کی آمد و رفت رہے
اب بھلا اس نادری حکم کی کون مخالفت کر سکتا تھا۔ ہان ہین نہین شاید کچھ تدبیر کرتین مگر
ایسے خاندانونمین جنکو مردانِ مزاج و طینت کے ہون غریب عورتونکو سوا بیٹھے بیٹھے ہر طرح کی مین لینے کی لیاقت بلا انکی مجال
تو ہو تی نہین ذرا بھی چون کی اور خانصاحب کو غصہ آگیا اور خانصاحب کے غصہ کا قاعدہ ہے کہ ہمیشہ
ضعیف و ناتوان پر زیادہ آتا ہے۔ بہر تقدیر گھر مین ہو کے آتے آتے منجھلے چھوٹے
خانصاحب نے ایسے سامان فراہم کر رکھے تھے کہ جو وقت بہو آکے سسرال مین اتری ہے کوئی کھڑا
ہونیوالا نہ تھا پرندہ پر نہین مار سکتا تھا اور ہر طرف سناٹا پڑا تھا اب بیچاری بہو کمرے مین اکیلی
بیٹھی ہی اور منتظر ہے کہ سانس ندمین سے کوئی تو آئیگا۔ مگر غریب کو گھڑیان گنتے
گنتے شام ہو گئی اور نہ کوئی اب آتا ہے اور نہ تب آتا ہے اور آئے تو لوگون

آنے جانیوالون مین جو کوئی تھے وہ یہ ہی دونون [illegible] تھے ان مین سے
بڑے نے مگر پہونچ کے جب اس بربیجی اور رنجش کی خبر سنی تو اور بھی تو بن [illegible] ایسے گھ
باوا کے پاس دوڑے گئے اور خوشامد کرنے لگے کہ للہ اسوقت معاف کر دیجیے وہ غریب
لڑکی اکیلی پڑی ہے اور کوئی بات کرنیوالا نہین اگر قصور وار ہے تو کاظم ہے اس
غریب بے گناہ نے کیا کیا ہے جو آپ اسپر بھی ترس نہین کھاتے مگر کون سنتا تھا
بڑے خانصاحب خفا ہوے تو کسکے منائے منتے ہین اور چھوٹے بھائی نے جب یہ حال دیکھا
تو ڈر کے مارے یہ توفیق کیونکر ہوتی کہ باپ کے آگے جا کر ہاتھ جوڑین اور معذرت خواہ ہون لے
تو بات مین فرق آجائے سی دولہن کو کہلا بھیجا کے شہر کی گلیون مین جا کر اڑانے لگے کہ ایک اکو
کسی دوست ہی گی بی بی کرائے پر ملجائے تو سوار کرا لائین اور یہ بھی نہین تو کوئی ما
اصیل ہی سہی۔ مگر بدحواسی کا خدا بھلا کرے کہ سارے شہر مین منہ پھیلائے ہوئے
پھرے اور کوئی نہ ملا۔ آخر جھٹ پٹے کے وقت چراغون مین بتی پڑ رہی تھی کہ راہ
چلتے ایک لنگڑی اور بیمار بڑھیا ملی جسکو گھر لائے اور تیموری حکم ہوا کہ چراغ جلاؤ
بڑھیا چراغ کے ڈھونڈھنے کو مڑی ہی تھی کہ آپ نے ایک سسکی بھر کے پاؤن
پھیلائے اور کہا واللہ آج تھک گیا۔ یہ فرمایش ایک ستم آلودہ تیر کیطرح بے زبان
لڑکی پر پڑی۔ مگر شریف زادی تھی اور چلتے وقت مان کی زبان سے یہ جملہ سن آئی
تھی کہ بیٹی اماں باوا کا گھر نہین ہے لونڈی بنکر رہوگی تو نباہ ہوگا۔ پھر درویش کا جان
درویش دل ہی دل مین بے رونق ہوئی اٹھی اور پاس آ کر بیٹھی لگے ہاتھوں سے آہستہ آہستہ
پاؤن دبانے لگی جسپر کاظم علیخان نے کڑک کے کہا اجی زور سے دباؤ پٹھان کی بیٹی
ہو اور اتنی بھی طاقت نہین اس جملہ کیساتھ ہی پاؤن پاتے دباتے بہو کے ہاتھ رک گئے

اور اسنے سر اٹھاکے گھونگٹ ہی کی آڑ مین سے دیکھنے کی کوشش کی کہ میانکو ایک نظر دیکھ لے لیکن نظر کیا خاک آتا ابھی خاصی رات ہو چکی تھی اور چراغ نہ آج آتا ہے نہ کل اتنے مین لنگڑی ماما نے چلا کے کہا میان مجھے چراغ نہین نظر آتا۔ ذری آپ اُٹھکے بتا دیجئے تو روشن کرون یہ سنکے چھوٹے خانصاحب کو ہوش آیا کہ گھر مین چراغ تو ہے نہین بڑھیا کو نے تو کہان سے کسیقدر برہم ہو کے بولے بھی اندہے ہی ذری سے کام کو ہم ہی دوڑین تو کام چلے یہ کہکے باہر چلے گئے کہ کہین سے ایک چراغ ہی مانگ لائین رات تو کسی طرح کٹ جائے پھر صبح کو دیکھا جائے گا کاظم علیخان تو ادہر باہر گئے لیکن ادہر دولہن کا اب یہ حال ہے کہ سر سے پاؤن تک کانپ رہی تھی اور آخر مجبور ہو کے بیحیائی سے بڑھیا کو جو تھوڑے فاصلہ پر کھمبا پکڑے اور ایک ٹانگ ٹیڑھی کئے کھڑی تھی کانپتی ہوئی آواز سے پکار کے اپنے پاس بلا یا۔

بڑھیا۔ کیون بی بی۔ آپکی آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ کانپ رہی ہین کیا جوڑی آگئی ہے اتنا کہا اور پاس آکے بیٹھ گئی۔

بہو۔ (اسیطرح کانپتے ہوئے) نہین ابھی ہون مگر مجھے سچ سچ بتادو کہ یہ کونسا محلہ ہے۔

بڑھیا (تعجب سے) اے آپ نہین جانتین؟ پٹھان واڑہ ہے۔

بہو (سہمی ہوئی آواز سے) اور شہر

بڑھیا۔ تو بیوی تمھین یہ بھی نہین خبر کیا ابھی ابھی کہین سے بھاگی چلی آئی ہو! فرخ آباد ہے اور کونسا شہر۔

بڑھیا کا یہ کہنا کہ بہو نے ایک چیخ ماری اور غش کھاکے گر پڑی بہو کی

الوطن

اس حالت کو دیکھ کر بڑھیا کے آئے ہوئے ہوش جاتے رہے۔ گھبرا کر غریب لڑکی کے چہرے کی طرف جھکی اور بار بار کہتی بیگم لے کیا ہوا کیا ارے للہ کچھ منہ سے تو بولو۔ پھر گھبرا کے اپنے سڑے ہوئے بدبودار دوپٹہ کے آنچل سے ہوا دے کے بولی۔ اے ہے یہ کیا میرے رکھنے سے ہو گیا۔

بس یہی رکھا گئے کا لفظ ناگوار ہوا ہے اے یہ کیا میری شامت تھی جو ایسا لفظ زبان سے نکالا تھے میں کاظم علیخان چراغ ہاتھ میں لئے ہوئے آئے اور یہاں کا یہ خوفناک سین دیکھ کے ڈر گئے پوچھا یہ کیا ہوا یہ جملہ کہتے ہوئے چھپٹے اور چراغ پاس لیجا کے دولہن کا منہ دیکھا تو نظر آیا کہ آنکھیں پتھرائی ہوئی ہیں دانت بیٹھ گئے ہیں سر سے پاؤں تک پسینہ میں غرق ہے اور بڑی الٹی سانس لے رہی ہے۔ یہ حالت دیکھ کے کاظم علیخان جیسے اپنے ہوش ہی میں نہ ہوں چراغ طاق پر رکھا۔ ساتھ ہی بڑھیا کیطرف خیال گیا اسلئے کہ آتے وقت کسی بات کے کہنے پر پچھتاتے سنا تھا۔ ایک بدگمانی کی نگاہ سے اسے گھور کے دیکھا اور ڈپٹ کے کہا تبا یہ کیا ہو گیا

بڑھیا۔ میاں مجھے قسم لیجے جو میں نے کچھ کیا ہو بس اتنا کہنا تھا کہ جملہ پورا نہ ہونے پایا تھا کہ چھوٹے نصاحب کا تھپڑ اس زور سے پڑا کہ منہ پھر گیا اور زبان دانتوں بیچ میں کچل کے کٹ گئی خون تھوکنے کیلئے جھکی تھی کہ ایک گھونسہ اس زور سے اسکے بائیں پہلو پر پڑا کہ بے اختیار دونوں ہاتھ پاؤں پر رکھ لئے اور گر پڑی مگر اسپر بھی گھونسہ اور لاتیں مارتے ہی چلے گئے اور جب دیکھا بڑھیا روتی چلاتی ہی نہیں تو چراغ لے کے اسکی صورت دیکھی اور یہ خیال کرتے ہی بدحواس ہو گئے

کہ بڑھیا کی سانس نہین چلتی

بڑھیا کے مرنے کا یقین ہونا تھا کہ کاظم علیخان کے رہے سہے حواس غائب ہو گئے۔ فوراً خیال آیا کہ مجھے بھی پھانسی ہو گی اور اب دنیا مین چند ساعت کا مہمان ہون۔ انہین اسوقت ہر طرف سے موت ہی موت نظر آتی تھی زدہ سے جی کڑا کرتے ہین۔ مگر ہر مرتبہ خوف غالب جاتا ہے اور سر سے پاون تک اچھل پڑتے ہین حقیقت مین وہ گھر جسمین ایک طرف بی بی پڑی نزع کی سی سانسین لے رہی تھی اور دوسری طرف خود انکے ساتھ کی مقتول کا مظلومانہ چہرہ چراغ کی دھندلی روشنی مین زبان حال سے انتقام کا لفظ پکار پکار کے کہہ رہا تھا کاظم علیخان کیلئے ایک ایسا مقام بنگیا تھا جہان انھین ہر چہار طرف یہی نظر آتا کہ جیسے صدہا بھوت اور دیو نکلے چلے آتے ہین اور انکی طرف منہ پھیلا پھیلا کے دوڑتے ہین اب سکا سر بھی چکر کھانے لگا اور معلوم ہوا جیسے پاؤن کے نیچے سے زمین نکلی جاتی ہے۔ گھبرا کے بیٹھ گئے مگر ساتھ ہی یاد آیا کہ کہان بیٹھے ہو پولیس گرفتاری کو آیا ہی چاہتی ہے بس پھر کیا تھا۔ ہر چیز کو اسی خیال مین چھوڑا اور گھر سے نکلے چلے گئے بدحواسی مین اتنا بھی ہوش نہ آیا کہ دروازے کے پٹ بھیڑ دین دیر کے بعد مصیبت زدہ اور بدنصیب لڑکی کو ہوش آیا اسلئے پڑے ہی پڑے آنکھین کھولین اور ناتوان آواز سے بڑھیا کو پکارنا شروع کیا مگر وہ اس دنیا مین ہو تو بولے۔ پکارتے پکارتے تھک گئی تو بیچاری آہستہ آہستہ اٹھی اور دیکھا تو بڑھیا دونون ہاتھ بائین طرف سینہ پر رکھ کے اندھی پڑی ہے ڈرتے ڈرتے پاس گئی اور جب وہ ہلانے جلانے

سے بھی نہ بولی تو جھک کے اسکی صورت دیکھی اور صورت دیکھنا تھا کہ ایک چیخ
ماری اور خود بھی بڑھیا کی لاش کے برابر گر کر بیہوش ہو گئی کوئی ڈیڑھ گھنٹہ تک
یہاں یہی سین رہا کہ غریب لڑکیکو بڑے بڑے غش سے افاقہ ہوتا ہے
آنکھ کھولتے ہی اور بڑھیا کی لاش دیکھتے ہی پھر چیخ مار کے بیہوش ہو جاتی
ہے کوئی ساڑھے نو کا عمل ہو گا کہ بڑے بھائی قاسم علی خان بھاوج کی
خبر لینے کو آئے اور بات یہ ہوئی کہ شام تک تو وہ باپ کی منت و سماجت
کرتے رہے کہ بہو کو ساس نندوں سے ملنے دیجئے اور جب کسیطرح سنوائی
نہوئی تو خیال کیا کہ چھوٹا بھائی کھانے پینے کا کیا خاک انتظام کر سکیگا دوڑے
ماں کے پاس گئے اور کہا آپ نہیں ملتیں نہ ملیگا مگر کھانا تو بھجوا دیجئے دونو
دونوں بھوکے پڑے ہیں اب یہ بھی نہ کیجئے کہ بہو کو پہلی رات فاقہ ہو ماں نے
رونے کے پہلے تو میاں کا خوف ظاہر کیا پھر اسبات کی تاکید کی کہ کسیکو خبر
نہو کھانا نکلوانے لگیں لیکن قاسم علیخان احتیاطاً پہلے چلے گئے کہ دیکھ
وہاں کیا ہو رہا ہے یہاں پہنچے دیکھا اور ہی عالم نظر آیا۔ ایک طرف ایک بڑھیا
مری پڑی ہے اسکے برابر ہی بھاوج بیہوش پڑی ہے اور مکان میں
عالم ہے یہ وحشت انگیز سمان دیکھ کے قاسم علیخان کے رونگٹے کھڑے
بھائی کے مزاج سے خوب واقف تھے دلمیں سمجھ گئے کہ یہ ساری انہیں
کارستانی ہے مگر آدمی عقلمند اور سمجھدار تھے الٹے پاؤں باہر گئے اور
دوڑے ہوئے ماں کے پاس جا کے انکو علیحدہ لیگئے ساری سرگذشت
اور کہا اب میں تو ادہر کا دروازہ کھول کر بھاوج کو یہاں لئے آتا ہوں آپ جا

مار ڈالین مگر یہ تو نہین دیکھا جاتا کہ لاپروائی مین ایک غریب کی جان جاتی ہے

مان سنکے سہم گیئن قاسم علیخان نے ماماؤن کو کسی کام کے بہانے سے ادھر اُدھر

ٹالدیا اور چپکے سے دروازہ کھوسکے گئے بھانج کو گود مین اٹھایا اور لاکے اپنی

بہن کے دالان مین پلنگ پر لٹا دیا۔ پھر رات ہی کے اندھیرے مین بڑھیا کی

لاش کو لیجا کے ایک ایسے مقام پر ڈالدیا جہان انکے گھر تک پہنچنے کا خیال ہی نہ جاسکے

صبح ہونے سے پہلے ہی لاش پر لوگونکی نظر پڑ گئی اور پولیس افسرون کے سامنے

موقع پر آئی ہزارہا خلقت کا ہجوم ہو گیا مگر پتہ نہ آجتک لگا ہے اور نہ امید ہے

کہ کبھی کسیکو خبر ہوگی صرف کاظم علیخان کے یکایک غائب ہو جانے پر لوگون کو

ذرا شک ہوا تھا مگر باپ بیٹے کی ناراضی کا جھگڑا بین کر دیا گیا اور ساری بدگمانی

دور ہو گئی ہو جو اس نکان سے اٹھکے آئی تو اب اسے کسیطرح ہوش نہین

آتا بڑے خانصاحب کو بھی خبر ہو گئی اول تو وہ بگڑے مگر جب بیوی اور بیٹے

نے ساری سرگذشت بیان کی تو وہ بھی خاموش ہو رہے اور ڈرے کہ اب

اس معاملہ کو زیادہ طول دینگے تو خود بھی ماخوذ ہو جانیکا اندیشہ ہے سبھو کو برابر

لخلخہ سونگھایا جاتا ہے۔ سیطرحکی تدبیرین ہو رہی ہین مگر غش کو افاقہ نہین ہوتا

اب زور وشور سے بخار بھی چڑھ آیا اور خوف ہو گیا کہ کہین سرسام نہ ہو جائے

کاظم علیخان کا تو پتہ نہین۔ بیچارے قاسم علیخان نے بڑی دوڑ دھوپ کی

مگر اس رات سے صبح صبح سے دوپہر شام ہو گئی اور لڑکی نے نہ اسوقت تک

آنکھ کھولی ہے اور نہ منھ مین دانہ گیا ہے شام کو سب لوگ انھین پریشانیون

مین تھے کہ ناگہان آدمی نے پکارا قاسم علیخان دوڑے ہوے باہر گئے

در دروازے پر ایک چپراسی کو دیکھکر سہم گئے کہ کہین گرفتاری کا وارنٹ تو نہین
لایا ہے اور حقیقت مین ان دونون کو بات بات پر وحشت ہوتی تھی وہ تو
غنیمت ہوا کہ ان کی زبان سے کوئی بدحواسی کا کلمہ نہین نکلنے پایا تھا کہ چپراسی
نے کہا۔ آپ کے نام ایک تار آیا ہے۔

قاسم علیخان۔ تار کہان سے۔

چپراسی۔ اب یہ تو آپ کو پڑھوانے سے معلوم ہوگا مجھے کیا خبر۔

قاسم علیخان۔ مگر مین سمجھتا ہون تمہین دھوکا ہوا ہے

چپراسی۔ اب جو کچھ ہوا ہے تو آپ ہی کے نام تار ہے (تار بڑھا کے) لیجئے دستخط
دیجئے۔ قاسم علیخان نے اس سے پوچھ پوچھ کے منسلکہ فرد کو دستخط کرکے واپس
کیا چپراسی رسید لیکے واپس ہوا اور انھون نے لفافہ چاک کیا مگر تار انگریزی
مین پریشان ہوے کہ پڑھے گا کون؟ پڑوس مین ایک بڑھئی کا لڑکا
انگریزی پڑھتا تھا اسکے پاس گئے اور کہا بیٹا ذری یہ تار تو پڑھ دینا
لڑکا تار کھول کے غور کرنے لگا اتنی دیر مین قاسم علیخان نے کہا پہلے بتاؤ کہ
تار آیا کہان سے ہے۔

لڑکا۔ بمبئی سے۔

ناظم علیخان۔ اور بھیجا کسنے ہے۔

لڑکا۔ ناظم علیخان سوداگر نے۔

قاسم علیخان۔ ہان ہان معلوم ہوا چچاجان نے بھیجا ہے۔ ہان بیٹا ذرا کلکے
اور یہ بھی جلدی سے بتادو کہ کیا لکھا ہے۔

لڑکا - اتنا کہا اور پھر غائب پھر کچھ سوچکے ڈرتے ڈرتے بولا لکھا ہے کہ تمھاری بھاوج بد لگئی۔ قاسم علیخان اگرچہ گھرانے بھر مین نیک تھے مگر پھر بھی آخر پٹھان کے بیٹے تھے! اتنا بڑا جملہ سنکے اون کو تاب کہان؟ اور پھر ایک رٹھئی شئے کے لونڈے کی زبان سے زیادہ نہین کہنے پایا تھا کہ انھون نے زور لگاکے سے ایک تھپڑ رسید کیا کہ اسکا منھ پھر گیا بھر جھلکتے ہی اس تار کو زمین پر پھینک دیا اور گالونکو جلدی جلدی سہلاتا ہوا بھاگا - اسکے جانے کے بعد قاسم علیخان تھوڑی دیر تک تو اپنے غصہ کا آپ ہی خمیازہ بھگتے رہے - پھر تار اٹھالیا اور سوچتے ہوے چلے کہ اب کسکے پاس جائین اسٹیشن - قریب تھا دل مین کہا چلو اسٹیشن ماسٹر صاحب سے پڑھوالین -

پھر تقدیر وہان پہونچے اور تار ریل کے بابو کے ہاتھ مین دیا بابو تھوڑی دیر تک سوچتا رہا اور چند لمحون کے بعد بولا اس مین تو لکھا ہے کہ تمھاری بھاوج بدلگئی جلدی لکھنو جاؤ اور شوکت حسین سے جسکا اتارسی سے کانپور تک تمھارا ساتھ رہا ملو - محلہ آغا میر کی ڈیوڑھی مین رہتے ہین قاسم علیخان اب بھی بگڑ بیٹھنے کو تھے خصوصاً اس مضمون پر اسٹیشن ماسٹر کو ہنستے دیکھا تو آنکھون مین خون ہی اتر آیا - مگر فی الفور سفر کے واقعات یاد آگئے اور اسوقت کی تصویر آنکھون کے سامنے پھرنے لگی جب کانپور مین دونون سواریان ڈولی پر اتری تھین - یہ خیال آنا تھا کہ کلیجہ دھک سے ہو گیا - اور بالکل ازخود رفتہ ہوگئے -

اب اسٹیشن ماسٹر نے کہا واہ پردے سے یہ نیا گل کھلا اس اندیشہ

کیطرف شاید کبھی کسی کا خیال بھی نگیا ہو گا اور مرد جو پر لٹ رہے تھے اڑانا شروع کیے اور کوئی ہوتا تو قاسم علی خان سینہ پر چڑھ کے خون پی جاتے - مگر انگریز دنکے ساتھ ساتھ انگریزی داون کا بھی کچھ ایسا رعب جم گیا ہے کہ اسوقت وہ اپنے ہوش مین کب تھے انگریزی تو انڈین مڈلینڈ ریلوے کی ٹرینوں سے ٹکراتا پھرتا تھا بابو صاحب کی باتون کا جواب دیتا تو کون - بہر تقدیر اسوقت تو خانصاحب پر وہی مثل صادق آئی تھی کہ دبی بلی چوہون سے کان کٹاتی ہے آخر بہت ہی سست ہاتھون اور مرے دل سے تار ہاتھ مین لیا اور گھبرائے ہوئے گھر آئے ان گذشتہ دو دنون کے اندر سارے خاندان کی مصیبت اکیلے انھین کے سر رہی تھی - اور بیچارے نے دوڑ دھوپ بھی ایسی کی تھی کہ کیسی مگر ہمت نہ ہارے تھے - لیکن اب اپنی حماقت اور تازہ مصیبت نے بالکل افسردہ خاطر کر دیا تاہم کسیطرح اطمینان نہو تا تھا تار نے ایک شک تو البتہ دل مین پیدا کر دیا تھا - مگر اسوقت تک کسیطرح یقین نہ آتا تھا کہ مین سواریان بدل گیئن - بلکہ یقین نہ آتا تھا کیا معنے ایسی بات کے تسلیم کر لینے کو جی نہ چاہتا تھا اور چونکہ یہ امر خود اپنی حماقت کا نتیجہ تھا لہذا اسکا الزام کسی اور پر ظاہر کیونکر کرین -

ایک عجیب گومگو کے عالم مین تھے - بہن کی زبان سے جبکہ سنا کہ بھاوج کو ہوش آ گیا تو سیدھے انھین کیطرف دوڑے گئے - مگر خرابی یہ تھی کہ جسطرح شوکت حسین نے اپنی بہو کو کبھی نہین دیکھا تھا اسیطرح ان کو بھی کبھی بھاوج کے دیکھنے کی نوبت نہ آئی تھی بے پوچھے گچھے فقط آنکھون سے ا

راز کا حل کرنا غیر ممکن تھا۔ اور یہ بھی دل نہ مانتا تھا کہ کسی کے سامنے دریافت کرین لیکن بھاوج کے پلنگ کے پاس جا کے چار آنکھین کین تو غریب بیمار لڑکی بھی انکو تجسس کی نگاہون سے دیکھ رہی تھی انھین ابھی تک یہ ہی خیال تھا کہ بھاوج کو یہ خبر نہ ہوگی۔ مگر ان کی نظر سے انکے شک کو ایک درجہ اور ترقی ہوگئی اور ہنوز اسی تردد مین تھے کہ مصیبت زدہ لڑکی نے اگرچہ بولنے کی طاقت نہ تھی مگر ناتوان آواز مین کہا مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے اسکے جواب مین قاسم علیخان نے کہا اور مجھے بھی یہ کہہ کے انھون نے مان اور بہن کو اس فقرے سے ٹال دیا کہ رات کے معاملہ کے متعلق بھابی سے کچھ حالات دریافت کرنا چاہتا ہون اور جب سب ہٹ گئے تو مرضیہ کی چارپائی کے پاس بیٹھ کے کہا کہو کیا پوچھنا ہے

مرضیہ۔ مین کہان ہون

قاسم علی۔ فرخ آباد مین۔ اور ہاشم علیخان کے گھر مین اتنا کہہ کے قاسم علی نے لڑکی کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ لڑکی یہ جواب سنتے ہی رونے لگی اور کہا مین تو لکھنؤ جاتی تھی ہاے اب کیا ہوگا؟ اور میرے عزیز کیا کہتے ہونگے۔

قاسم علیخان (تسلی دیکے) تم گھبراؤ نہین ابھی ابھی مجھپر اس غلطی کا حال کھلا بڑا دھوکا ہوگیا تم گھبراؤ نہین اور اگرچہ یہان تمھارا کوئی عزیز نہین مگر مجھے اپنا بھائی سمجھو ابھی ابھی بمبئی سے میرے پاس تار آیا۔ اور اس غلطی کیسا تھ یہ بھی معلوم ہوا کہ تمھارے خسر کا مکان لکھنؤ مین آغا میر کی ڈیوڑھی پرہے

اب اسوقت تو خاموش ہو رہو ذرا ابھی طاقت آئی اور مین تم کو لے چل کے
لکھنؤ پہنچا آیا مگر خبردار دیکھو اوکسی کے سامنے ذکر نہ کرنا - ورنہ بڑی ہی
بدنامی ہوگی - اور بڑے شرم کی بات ہے افسوس اس پردہ کیوجہ سے
کتنی بڑی غلطی ہوگئی - عزیب نازون کی پالی بدرالنسا سسرال کے رستہ
سے بھٹک کے یہان آنکلی اور کن کن مصیبتون سے دوچار ہوئی دوسری طرف
ہاشم علیخان کی ہو بڑی دھوم دھام سے بدرالنسا کی جگہ جا پہونچی خرابی یہ
کہ دونون کو صرف پردے کیوجہ سے اتنی تمیز نہین کہ اپنے شوہر اور غیر شخص مین
کسی قسم کی تمیز کرسکین افسوس بہو اور بیزبان لڑکیو! اسمین تمہاری کوئی خطا
نہین سارا قصور سوسائٹی کا ہے - سوسائٹی کے ان جاہلانہ رسوم سے
نہ ہوجائے وہ تھوڑا ہے کیا کیا ہوا ہے ابھی کیا کیا نہ ہوگا - قاسم علیخان کی
زبان سے یہ جملہ سنکے کہ ورنہ بڑی بدنامی ہوگی - بدرالنسا نے ایک آہ
سرد کھینچی اور کہا وہ کون سی ذلت و رسوائی ہے جسکا اب ڈر ہوگا مگر مین
کسی سے نہ کہون گی آپ خاطر جمع رکھئے اور پھر ہاتھ جوڑکے کہا مگر اتنا کیجئے
کہ مجھے جس حال مین ہون اسی حال مین نیچل کے لکھنؤ یا حیدرآباد
پہنچا دیجئے -
قاسم علیخان - پہنچانے کو تو جب کہو پہنچا دون مگر یہ تو کہو کہ تمہین اسکا
حال کب معلوم ہوا
بدرالنسا (رو کے) مجھے کل ہی معلوم ہو گیا تھا -
قاسم علیخان - اور ہان کل شب کا تو کچھ حال بیان کرو - مین بڑی

حیرت مین ہون کہ وہ بڑھیا کون تھی ؟ اور کیون مری پڑی تھی
بدرالنسا۔ بس اب اسوقت اس ذکر کو جانے دیجئے۔ خیال سے اسوقت رونگٹے کھڑے ہوئے جاتے ہین۔ اُف اسوقت تک طبیعت ٹھکانے نہین ہے پھر کہدونگی

قاسم علیخان نے بھی نامناسب سمجھکے اصرار نہ کیا اور کہا خیر جانے دو اسکے بعد قاسم علیخان نے سب لوگون کو بلایا۔ اور مان سے کہا امی جان والدان کے یہان رہنے کو گوارا نہین کرتے کاظم کا پتہ نہین اور انکی طبیعت کا یہ حال ہے میرا ارادہ ہے کہ کل ہی انکو لیکے ریل پر سوار ہو جاؤن اور بمبئی پہنچا آؤن۔ واہ بیچاری نے سسرال آ کے اچھی سزا بھگتی
بدرالنساء۔ ہان بڑا احسان ہوگا کہ کل کے ہوتے آج ہی لیچلو۔

قاسم علیخان کی مان اور بہن نے ذرا تسلی و دلدہی کرکے روکنے کی کوشش کی مگر قاسم علیخان کی تو پھر وہی بات تھی ان کی درخواست اظہار شکرگذاری کیساتھ ٹالدی گئی

اب قاسم علیخان پھر دروازہ پر گئے اور کہین باہر جانے کو تھے کہ اسی عرصہ مین اردلی چپراسی نے اکٹھا دو تار انکے ہاتھ مین دیدیے۔ ان تارونکو بھی لیجاکے پڑھوایا۔ اور معلوم ہوا کہ ایک تو لکھنؤ سے شوکت حسین نے بھیجا ہے اور دوسرا حیدرآباد سے آیا ہے جو اکبر علی وکیل درجہ اول کا بھیجا ہوا ہے
دونون تار برقیون مین لڑکی کا حال پوچھا گیا تھا اور دونون نے جواب پاتے ہی چل کھڑے ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ ان تار برقیون کا جواب دینے

کے لئے بچارے سیدھے تارگھر گئے اور متواتر تین تار روانہ کئے ایک لکھنؤ کو کہ
جس مین اطلاع دی کہ لڑکی خیریت سے ہے کل لیکے روانہ ہونگا اسٹیشن پر
سواری ملے۔ دوسرا حیدرآباد مین بدرالنسا کے باپ کے پاس جسکا مضمون یہ
تھا کہ آپ کی بیٹی کو لیکے لکھنؤ جاتا ہون تیسرا تار اپنے بھائی کے خسر کو بمبئی بھیجا
ور لکھا لکھنؤ جاتا ہون اور آپکی لڑکی کو لیکے سیدھا بمبئی آؤن گا تینون تار روانہ
رکے گھر واپس آئے اور دن بھر کے تھکے ماندے آتے ہی پلنگ پر پڑ گئے مگر ان
لکر ون نے رات بھر آنکھ نہ لگنے دی صبح ہوتے نیند آئی اور پھر دن چڑھے تک
خراٹے لیتے رہے مگر اُنھون نے بڑی عقلمندی کی کہ گھر بھر مین کسیکو اس معا
سے واقف ہونے دیا۔ اور خدا خدا کرکے یہ بات یون ہی دب دبا کے رہجائے
کی امید نہین۔ دوسرے دن شام کو قاسم علیخان بدرالنسا کو لئے ہوئے لکھنؤ
پہونچے اسٹیشن ہی پر شوکت حسین فٹن لئے ہوئے ملے مگر بہت ہی چپ چاپ۔
دم خوشی خوشی ہوا اور قاسم علیخان کو گھر لے گئے۔ جہان پہونچ کے معلوم
ہوا کہ انکی بھاوج جب یہان دلہنون کی شان سے اتری تو آتے ہی سے
صبح تڑکے جب عسکری کمرے سے نکل کے جا لیا تو لڑکیان اسے نکال کے با
ئین اور ضروری رسمین ادا ہوئین دوپہر گذر گئی اور کسی کو اس غلطی کا سا
و گمان بھی نہ تھا ایک بجے کے قریب بیگم جو شادی کی خوشی مین بہت
خندہ پیشانی اور بشاش تھین بیٹے کو باہر سے بلوایا اور اسکا نام لے
پکارا تو لڑکی کے کان کھڑے ہوے کہ یہ تو نیا نام ہے اسیوقت سے وہ ایک
پیچ مین پڑ گئی تھوڑی دیر کے بعد جو کسی حیلہ بہانے سے دریافت کیا تو

فرخ آباد نہین ہے لکھنؤ ہے۔ یہ سنتے ہی اسے یقین آگیا کہ بدر النساء
کے بدلے وہ شوکت حسین کے ساتھ لکھنؤ چلی آئی تو پھر کیا تھا۔ بدر النساء
کیطرح اسے غش تو نہین آیا مگر رونا پیٹنا شروع کیا بال نوچ ڈالے زیور
اتار کے پھینک دیا۔ اور سارے گھر مین ایک قیامت بپا ہوگئی شوکت حسین نے دم
دلاسا دیکے پوچھا تو اسنے ساری داستان کہہ سنائی اور چلا چلا کر رونے لگی کہ ہائے
مین تو کہین کی نہ رہی۔

شوکت حسین نے ندامت سے سر جھکا لیا دیر تک ایک غوطہ مین رہے۔ پھر پوچھا
تمھین اپنے دیور یا خسر کا کچھ پتہ بھی معلوم ہے کہ تار بھیج کے دریافت کیا جائے مگر غریب
لڑکیکو کیا خبر۔ تب اسکے والد کا پتہ دریافت کیا گیا۔

پردے کی برکتون سے تو اسکی بھی امید نہ تھی۔ مگر خوش نصیبی سے باپ کے
ساتھ دو ایک مشہور پاس پڑوسیون کے نام اور وہ گلی جس مین مکان تھا یاد آگئی
مکان کا نمبر ہزار کوشش کی کسیطرح نہ معلوم ہو سکا آخر اسی گلی کے پتہ پر تار
بھیجا گیا۔ اور ناظم علیخان نے فوراً تار پر فرخ آباد کا پتہ بتایا اور ساتھ ہی خود
بھی گھبرا کے فرخ آباد کو تار دیا۔ اتنا پتہ لگنے کے بعد حیدر آباد مین
اکبر علیخان کو تار کے ذریعہ سے اس غلطی۔ بلکہ سانحہ کی خبر دی گئی۔
اوران کو بھی فرخ آباد کا پتہ دیا گیا۔ جسپر انھون نے فرخ آباد کو تار دیا
بدر النسا کو پھوپی نے جواب ساس بنی تھین گلے سے لگایا اور ساری سرگذشت
سنی یہ سنکے یہان بڑی خوشی ہوئی کہ ہو آتنی بڑی آفت و مصیبت مین
پڑکے پاک دامن و با عصمت نکل آئی دوسرے دن قاسم علیخان نے نہا دہج کو

لیکے بمبئی کی راہ لی وہ بیچارے اپنے باپ سے جاکے ملی اور بدرالنسا خوشی

خوشی عسکری کے ساتھ رہنے لگی۔ مگر اتنی خرابی ضرور ہوئی کہ ناظم علیخان کی بیٹی

بدرالنسا سے زیادہ حسین وخوبرو تھی۔ عسکری کو ایک حسین عورت کے ہاتھ آکے نکل

جانے کا نہایت ملال ہوا اور بہت دنون تک یہ خیال اُسکے دل سے نہ نکلتا

تھا۔ مگر سعادت مند لڑکا تھا۔ اور مان باپ کا مطیع اسکے ان خیالات سے بدرالنسا

کے وقعت و منزلت مین کوئی فرق نہین آنے پایا۔ یہ واقعہ تو یہانپر تمام ہوگیا

مگر ابھی یہ بتانا باقی ہے کہ اس غلطی سے جو خرابیان پیدا ہوئین وہ کیسی سخت

اور عبرتناک تہین۔ ناظم علیخان نے فرخ آباد مین تار کیا تھا ہی ایک خط بھی لکھا

تھا جسمین اس شرمناک غلطی پر سمدہی اور انکے بیٹون کو غیرت دلائی تھی انکے پاس

وہ خط پہنچا اور ہاشم علیخان کے ہاتھ پڑ گیا۔ انکو جو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو دانتون کے

نیچے انگلی دبالی اور سارا حال بی بی سے کہا بی بی نے بیٹون سے بیٹون نے

ساتھ والون سے جنسے یہ خبر سارے گھرانے اور پھر سارے شہر مین پھیل گئی ایک ہفتہ

ہی کے بعد جب اس قتل کیطرف سے اطمینان ہوگیا تو کاظم علیخان بھی میدان صاف دیکھ

گھر مین آئے انکو جب بی بی کے بدل جانیکا حال معلوم ہوا تو نہایت ہی برہم ہو

مگر خیر صبر کیا اور بی بی کے پھر بلانے کی کوشش کی مگر سسرے نے صاف

انکار کر دیا اسلئے کہ ان کو کسی معتبر ذریعہ سے گذشتہ واقعات کی جو انکی بیٹی کے دقت

مین بدرالنسا کو پیش آئے تھے پوری پوری اطلاع دی گئی تھی جسپر کاظم علیخا

انکی بی بی چندروز بمبئی مین باپکے پاس رہی تھی تو معلوم ہوا حاملہ ہے اس

جو صدمہ ناظم علیخان کے دل پر گذرا ظاہر ہے انھون نے سارا واقعہ سمد

کو لکھا اور انہون نے خاندان بھر کو سخت لعنت ملامت کی یہ خبر جب فرخ آباد
مین پھیلی تو ہوتے ہوتے کسی نے ناظم علیخان سے بھی کہدیا کہ تمہاری بی بی بھی حاملہ ہے
انکی آنکھ مین سنتے ہی خون اتر آیا بھلا اب نہین ضبط کی تاب کہان تھی پہلے
تو غصہ مین جاکے باوا کو منھ پر گالیان دین ور ایسی ندامت سر پر سوار ہوئی کہ شہر
چھوڑ کے کسیطرف نکل گئے انکے غائب ہونیکے چوتھے دن ہاشم علیخان
صبح کی نماز پڑھ کے گھر کو آتے تھے کہ کسی شخص نے پاس آ کے طپنچہ کا فیر کیا
اور ہاشم علیخان نے دم سے زمین پر گر کے جان دی جب قاتل گرفتار ہوا تو معلوم
ہوا کہ کوئی غیر نہین۔ بلکہ مرحوم کے حقیقی بھائی یا سمدہی ناظم علیخان سوداگر بمبئی
مین جنھون نے اپنی بیٹی کی رسوائی پر از خود رفتہ ہو کے بھائی کو قتل کیا اور
خود بھی پھانسی پر لٹک گئے اس واقعہ کے دو ہفتہ کے بعد لکھنؤ کے اخبارات
کے لوکل کالمون مین یہ خبر شائع ہوئی کہ شوکت حسین صاحب رئیس لکھنؤ کے
جوان اور لائق بیٹے عسکری کو جبکہ وہ اسکول سے گھر کیطرف آرہا تھا ایک
شخص نے چھریان بھونک کے مار ڈالا تین زخم لگے تھے اور تینون کاری تھے قاتل
گرفتار ہوا اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اسکا نام ناظم علیخان ہے جسنے کسی خانگی عداوت
پر ایسے ہونہار نوجوان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

دونون نوعمر لڑکیان عنفوان شباب ہی مین بیوہ ہو گئین جو زندگی بھر اسی
رنج و الم مین رہین گی۔ ایک یعنی بمبئی والی۔ باپ سسرے اور شوہر کی موت
پر سرد آہین بھرے گی اور ہمیشہ اپنی حسرت نصیب ماں کے سینہ کے داغ کو آگ دکھاتی
رہیگی دوسری یعنی غریب رعنا نے قاتل کے کاری زخمون سے کمسن شوہر کو دم توڑتے اپنی آنکھوں سے

بچھا اسکا رنڈاپے کا سوگوارانہ سفید دوپٹہ ماں باپ ورپھوپی پھوپا کے
م ہائے جگر پر جبتک زندہ ہیں ہمیشہ نمک چھڑکتا رہیگا۔ اور انکی آنکھیں
ند ہونے کے بعد خدا جانے کس گلی کوچوں کی خاک چھانے گی اور یہ لاعلاج
صیبت ہمیشہ اہل علم کو بتائے گی کہ پردہ کیا ہے اور کیسی چیز ہے اور زمانہ
ہمیشہ اس عبرت ناک مرقع کو لوگوں کے سامنے پیش کریگا اور اس حد شرع سے
تجاوز کر جانے پر مسلمان ہمیشہ غریب بدرالنسا کی داستان کو پڑھیں گے اور
پچھتائینگے۔

تمام شد